احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَحَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نِسَائِهِ بَقَرَةً فِي حَجَّتِهِ۔

(رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حج کے موقع پر اپنی بیویوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ كُنَّا لَا نَأْكُلُ مِنْ لُحُومِ بُدْنِنَا فَوْقَ ثَلٰثٍ فَرَخَّصَ لَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كُلُوا وَتَزَوَّدُوا فَأَكَلْنَا وَتَزَوَّدْنَا۔

(متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم اپنی قربانیوں کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھایا کرتے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اجازت دے دی۔ اور فرمایا کہ کھاؤ اور جمع رکھو۔ چنانچہ ہم کھانے لگے اور کچھ جمع بھی رکھنے لگے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمُ النَّحْرِ ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ قَالَ ثَوْرٌ وَهُوَ الْيَوْمُ الثَّانِي۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک تمام دنوں میں سے سب سے بڑا دن قربانی کا دن ہے۔ اس کے بعد آرام کا دن۔ ثور نے کہا کہ وہ دوسرا دن ہے (یعنی قربانی کے بعد کا دن)

عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَ إِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلٰثٌ مُتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ۔

ترجمہ: حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن ہمارے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا کہ زمانہ پھر کر آ گیا ہے اسی ہیئت پر جب اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پیدا کئے۔ مہینے بارہ ہیں، ان میں سے چار حرمت والے ہیں (جن میں سے) تین یعنی ذوالقعدہ، ذوالحج اور محرم لگاتار آتے ہیں اور قبیلہ مضر کا رجب جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے۔

عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ أَيُّ يَوْمٍ هٰذَا قَالُوا يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ قَالَ فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ وَأَعْرَاضَكُمْ بَيْنَكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هٰذَا فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن الاحوص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر پوچھا آج کیا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا (کہ آج) حج اکبر کا دن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری عزتیں آپس میں اسی طرح حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن کی حرمت تمہارے اس شہر میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللّٰهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، وَإِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَطِيبُوا بِهَا نَفْسًا۔

(رواہ الترمذی وابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (یعنی عیدالاضحیٰ کے دن) فرزند آدم کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ يُضَحِّي۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔

(رواہ الترمذی)

عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ، فَقُلْتُ لَهُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أُضَحِّيَ عَنْهُ، فَأَنَا أُضَحِّي عَنْهُ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت حنش بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں، تو ایک قربانی میں آپ کی جانب سے کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدّام الدین لاہور

۸ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

۵ فروری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶

شمارہ ۲۶

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

نگرانِ اعلیٰ

حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر اعلیٰ

مجاہد الحسینی

عیدِ قربانی

اطاعت و فرمانبرداری اور ایثار و قربانی کا بے مثال مظاہرہ

خون کے قطرے گرتے ہیں تو حساس اور نرم دل انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لہو بہتا دیکھا جائے تو اظہارِ افسوس کیا جاتا ہے، خون یا لہو کا تصوّر آتے ہی سنگدل اور پتھر کلیجے کا انسان بھی ایک دفعہ تو ضرور موم ہو جاتا ہے +

لیکن اسلام کا یہ نرالا انداز ہے کہ چھری چلانے اور خون بہانے کا عمل "عید" قرار پا رہا ہے اور جو ذبح کر رہا ہے اسے مستوجب ثواب ٹھہرایا جا رہا ہے +

بظاہر یہ پہلو حیرت و استعجاب کا مظہر دکھائی دیتا ہے لیکن اگر اس کی معنویت پر غور کیا جائے اور اس کے تہہ منظر کا گہری نگاہ سے مطالعہ کریں تو اسی حقیقت کا انکشاف ہوگا کہ اقوام و ملل کی سرفرازی و سربلندی میں ایثار و قربانی کا بڑا دخل ہے اور دنیا کی جو قوم بھی ایثار و قربانی کو شعار بنا لیتی ہے حیاتِ ابدی اسی کا مقدّر بن جاتی ہے اور عارضی فنا اس کے ابدی بقا کا باعث بن جاتی ہے۔ غرضیکہ جاں نثاری و قربانی کا عنوان مفہوم کے اعتبار سے اپنے اندر اتنا مواد اور اس قدر تفصیل رکھتا ہے کہ اس کی توضیح و تشریح میں تحریر و بیان کی تمام تر صلاحیتیں بھی صرف کر دی جائیں تو سمجھنا چاہیے کہ ہنوز یہ موضوع تشنۂ وضاحت ہے +

آج دنیا وسیع تر ہو گئی ہے اور نسلِ انسانی نے پوری دنیا پر اپنا تسلّط و اقتدار قائم کر لیا ہے مگر اس کے باوجود خود انسان حد درجہ بے چین اور مضطرب دکھائی دیتا ہے۔ اس کی زندگی سکون و طمانیت کا گہوارہ بننے کی بجائے الجھنوں اور پریشانیوں کی آماجگاہ بن گئی ہے — مسائلِ حیات کی تلخیوں سے تنگ آکر ہر انسان زبانِ حال سے پکار اٹھا ہے کہ انسان خود غرض بن گیا ہے۔ ایثار و قربانی اور ہمدردی کے الفاظ لغتِ انسانی سے خارج ہوتے جا رہے ہیں +

انسان اپنے دوسرے بھائی پر کیوں فدا نہیں ہوتا؟ اور آدمی دوسرے آدمی کے لئے کیوں ایثار و قربانی سے کام نہیں لیتا۔؟

اس لئے کہ عصر حاضر کے انسانوں نے دینِ فطرت کی جگہ نفسانی اغراض اور ذاتی خواہشات کو اپنا دین بنا لیا ہے۔ انہوں نے دوسروں پر قربان ہونے کی سنّت قائم کرنے کی بجائے یہ توقع رکھنا شروع کر دی ہے کہ دوسرے لوگ اس کی ذات پر سب کچھ قربان کرتے رہیں +

حالانکہ — دینِ فطرت "اسلام" — یہ دعوت اور تعلیم لے کر آیا ہے کہ ہر انسان حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ایثار و قربانی کا سبق حاصل کرے اور اپنی زندگی خالقِ کائنات کے اس طرح تابع کر دے کہ اس کی پوری زندگی تسلیم و رضا، اطاعت و فرمانبرداری اور ایثار و قربانی کا حقیقی مظہر بن جائے اور اگر کسی مرحلہ میں بھی اس سے قربانی و ایثار کا تقاضا کیا جائے تو کسی تامّل اور ہچکچاہٹ کے بغیر سب کچھ خدا کے حضور پیش کر دے +

اہلِ اسلام ذی الحجہ کی دس تاریخ کو قربانی کے جانور ذبح کرنے کا جو فریضہ اداء کرتے ہیں در حقیقت وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اس سنّت ایثار و قربانی کی یاد تازہ کرنے کے لئے بے خدا

نے جسے آخری پیغمبر حضرت محمدّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امّت کے لئے دائمی عمل کے طور پر ایک اسوہ مقرر فرمایا ہے۔ خلیل اللہ علیہ السلام کا اسوۂ بے مثال پیش نگاہ رکھیے اور اندازہ لگائیے کہ اطاعت خداوندی میں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے؟ ان سے مال، دولت، وطن بیوی، بچےّ حتیٰ کہ خود اپنی محبوب زندگی کی جب قربانی طلب کی گئی تو آپؑ علیہ السلام نے کسی تردّد یا تاُمّل کے بغیر سب کچھ پیش کر دیا جب کبھی اور جس چیز کا بھی ایثار مطلوب ہوُا آپ نے والہانہ انداز میں لبیّک، لبیّک پکارتے ہوئے اپنے آپ کو خداوند قدوس کے حضور پیش کر دیا۔

حضرت خلیل اللہؑ کا یہ جذبۂ ایثار و قربانی خدا کو اس قدر پسند آیا، کہ تاریخ انسانی میں اسے دائمی یادگار کی حیثیت دے کر انسانوں کو حکم دیا کہ وہ بھی ایثار و قربانی کی ایسی تابندہ مثال پیش کرکے حیاتِ جاودانی حاصل کریں۔

آج ہمیں جو گوناگوں مسائل درپیش ہیں، اقتصادی الجھنوں اور معاشی پریشانیوں کے خوفناک بھوت جگہ جگہ رقصاں دکھائی دیتے ہیں۔ ایسے خطرناک حالات میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ لوگوں میں جذبۂ ایثار و قربانی کو فروغ دیا جائے۔ اور خدا و رسول کے احکام کی اطاعت و فرمانبرداری اور تسلیم و رضا کی وہ شکلیں سامنے لائی جائیں۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور آپ کے فرزندِ ارجمند حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہما السلام نے جس کی زندۂ جاوید مثال پیش کی تھی ؎

پسرِ خلیل کی سیکھ ادا جو ہے ذبح ہونے کی آرزو!
کہ چھری رُکے تو رُکے مگر نہ سرکنے پائے تیرا گلو!

صدر ناصر کے بعد کرنل قذافی کی مقبولیت

لیبیا کے انقلابی رہنما کرنل قذافی نے صدر مملکت کے لیے ریفرنڈم کرانے کا اعلان کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ صدارتی عہدہ کے لیے خود امیدوار نہیں ہوں گے۔ اس پر پورے ملک میں زبردست ہنگامے اور مظاہرے شروع ہو گئے۔ عوام نے مطالبہ کیا کہ ہمارے محبوب رہنما اور بادشاہت و ملوکیت کے چنگل سے لیبیا کو آزاد کرانے والے انقلابی قائد کرنل قذافی کو صدارتی انتخاب میں ضرور حصہ لینا چاہیے۔ چنانچہ عوامی دباؤ اور زبردست مظاہروں سے مجبور ہو کر لیبیا کے انقلابی قائد نے اپنا فیصلہ واپس لے لیا ہے اور اب آئندہ صدارتی انتخاب میں وہ بھی حصّہ لیں گے۔

مشرقِ وسطیٰ کے سیاسی افق پر صدر جمال عبدالناصر رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کرنل قذافی پہلے شخص ہیں جنہیں اپنے ملکی عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل ہے۔ متحدہ عرب جمہوریہ کے سابق صدر ناصر نے جب سامراجی طاقتوں کی سازش کے باعث اسرائیل سے شکست کھائی تھی تو انہوں نے صدارت سے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا تھا اس پر نہ صرف سرزمین مصر بلکہ پورے مشرقِ وسطیٰ میں زبردست مظاہروں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور جمال عبدالناصر کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور کیا گیا۔ چنانچہ صدر ناصرؒ نے فیصلہ واپس لے کر صدر مملکت کی حیثیت سے اپنی خدمات زندگی کے آخری سانس تک جاری رکھیں۔

صدر ناصر کے بعد کرنل قذافی کو عوامی مقبولیّت کا جو اعزاز و اکرام نصیب ہوُا ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں یہ شرف صرف اسی شخصیت کو حاصل ہو سکتا ہے جس کے دل میں ملکی اور ملّی سربلندی کا جذبہ موجود ہو اور کرسیٔ اقتدار کے ساتھ چپکے رہنا اس کا مقصود نہ ہو۔

اگر مشرقِ وسطیٰ کے دیگر مسلم رہنما اور سربراہانِ مملکت بھی اپنے اندر یہ انقلابی تبدیلی پیدا کر لیں اور انہیں بھی عوامی مقبولیّت کا یہ اعزاز حاصل ہو جائے تو مشرقِ وسطیٰ کے علاوہ تمام دنیائے اسلام کا سیاسی بحران ختم ہو سکتا ہے اور اقتدار کے جبری حصول کی رسّہ کشی کا زور ٹوٹ سکتا ہے۔

نمازِ عید الاضحیٰ

۸½ بجے صبح شیرانوالہ دروازہ کے باہر باغ میں ادا کی جائے گی۔

نمازِ عید قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور پڑھائیں گے۔

مسلمانان لاہور وقت کا خاص خیال رکھیں اور نماز میں جوق در جوق شریک ہو کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ مستورات کے لئے پردہ کا انتظام ہوگا۔ نیز لاؤڈ سپیکر کا بھی انتظام ہوگا۔

بارش کی صورت میں نماز عیدالاضحیٰ مسجد شیرانوالہ میں پڑھائی جائے گی (ناظم)

بقیہ: مولانا سید اسعد مدنی ...

نے شرکت کے لیے خط لکھا۔ برات دہلی گئی۔ تو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ اور حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی زیارت سے مشرّف ہونے کا موقع ملا۔

مفتی صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ کمال شفقت و محبت سے پیش آئے۔ چائے خود تیار کرکے پلائی۔ چائے کے برتن خود صاف کرکے ان میں چائے پیش کی۔ آپ کی مجلس لطافت و نظافت کی زندہ مثال تھی آپ سے رخصت ہو کر بستی نظام الدین میں حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ بیماری اور نقاہت کے باعث کمزور تھے۔ ہماری حاضری کی اطلاع ہوئی تو آپ اٹھ بیٹھے۔ حضرت والد صاحبؒ کی خیریت دریافت کرکے دیر تک ان کے لیے دعا کرتے رہے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ ان دنوں مختلف کتابوں کی تصنیف و تالیف میں زیادہ وقت صرف کرتے تھے۔ (باقی آئندہ)

مضمون نگار حضرات کی توجّہ کیلیے

مضمون نگار حضرات سے درخواست ہے کہ مضامین صفحے کے ایک طرف لکھ کر بھیجے جائیں۔ بصورتِ دیگر ان کی اشاعت مشکل ہوگی (ایڈیٹر)

(۱۸)

مجاہد الحسینی

مولانا سیّد اسعد مدنی کے ساتھ چند روز

ایک سفرنامہ ——— ایک تاریخی سرگزشت

حرم شریف کے مدرّس، الشیخ عمر بری، موتمر عالم اسلامی کے مندوب اور جامعۂ ازہر، قاہرہ کے شیخ عبدالمنعم النمر اور شیخ الادب مولانا محمد یوسف بنوری کے قصائد اور گرامی نامے اپنی ایک تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔

س: آپ نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی زیارت کی ہے؟ ان کی شخصیت اور ان کے علمی کارناموں کی بابت آپ کی رائے کیا ہے؟

مولانا مدنی: حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے لیکن ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنے کی سعادت نصیب نہ ہو سکی۔ کیونکہ طالب علمی کے زمانہ میں تمامتر توجہ حصول تعلیم پر تھی۔ اِدھر سے کچھ وقت فراغت نصیب ہوا تو حکیم الامت حضرت تھانویؒ رحلت فرما گئے۔

جہاں تک ان کی شخصی عظمت کا تعلق ہے، اس سلسلے میں اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے، کہ باعظمت شخصیات ہی کسی کی عظمت اور علوِ مرتبت کا اندازہ لگا سکتی ہیں۔ حضرت والد صاحبؒ ان کی شخصی عظمت کا تذکرہ نہایت شان دار طریق سے فرمایا کرتے تھے، اور جب کبھی ان کے علمی کارناموں اور تصانیف وغیرہ کا تذکرہ ہوتا، تو دیر تک اُن کا ذکرِ خیر جاری رہتا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ عصرِ حاضر میں جب حضرت تھانویؒ کی تصانیف کا جائزہ لیا جاتا ہے، تو خیال آتا ہے کہ گوناگوں مشاغل میں سے تصنیف و تالیف کے لیے کس طرح وقتِ فراغت نکالتے ہوں گے؟

میری نگاہ میں اُن کی تصانیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا وہ ذخیرہ جو عربی زبان میں موجود ہے، حضرت تھانویؒ نے اسے نہایت آسان اور شُستہ اردو زبان میں منتقل کر کے عوام الناس کے دل و دماغ پر گہرا اثر مرتب کیا ہے۔ تصوّف کے موضوع پر کئی کتابوں کے علاوہ عورتوں کی فکری و نظری اصلاح کے لیے اُن کی تصنیف "بہشتی زیور" اور تفسیر "بیان القرآن" گرانقدر علمی سرمایہ ہیں۔

حضرتِ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھنے والے حضرات اکثر یہ بیان کرتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں ملکی حالات یا تحریکِ آزادی کا جو ذکر چھڑ جاتا، تو حضرت تھانویؒ اسے پسند نہ کرتے اور حاضرین کو ذکر و فکر کی دعوت دے کر یادِ الٰہی میں مشغولیت کی تلقین کرتے۔

س: تحریکِ آزادی کے ممتاز رہنماؤں میں سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے ساتھیوں کی زیارت اور ملاقات کا بھی آپ کو شرف و موقع حاصل ہوا ہے؟

مولانا مدنی: غالباً ۱۹۴۴-۴۵ء کی بات ہے، جن دنوں احرار اور جمعیۃ علماء کی باہمدگر سیاسی چپقلش شروع ہو گئی تھی۔ ان دنوں امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ دیوبند تشریف لائے، تو ان کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ماسٹر تاج الدین انصاری بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ بخاری صاحبؒ کی وجاہت اور خطابت کے نقوش ہر شخص کے دل و دماغ پر قائم ہوئے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس نوعیت کے اثرات میں حضرت امیرِ شریعتؒ کی ذات گرامی منفرد تھی۔ ہندوستان بھر میں اُن کی سحربیانی کا شہرہ تھا اور بلا امتیاز مسلمانوں اور غیرمسلموں کے تمام حلقوں میں اُن کی تقریر بے حد مقبول تھی۔

حضرت امیر شریعتؒ اور ان کی جماعت نے ناموسِ رسالت اور عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ کے سلسلے میں جو سنہری خدمات انجام دی ہیں ملّت اسلامیہ کی تاریخ میں وہ زرّیں باب کی حیثیت رکھتی ہیں۔

س: آپ کو تبلیغی جماعت کے ممتاز رہنما حضرت مولانا محمد الیاسؒ سے بھی ملاقات کا موقع ملا ہے؟

مولانا مدنی: ۱۹۴۴ء میں حضرت والد صاحبؒ جیل میں تھے حاجی سراج الدین صاحب جو حضرتؒ کے مخلص خادم اور باوفا ساتھی تھے، اُن کے لڑکے کی شادی کے موقع پر حضرت والد صاحب

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

ہند و پاک کے مشہور اور منفرد شاعر جناب عبدالعزیز خالد کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ علمی اعتبار سے ان کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور شاعر کو نصیب نہیں۔ بقول احمد ندیم قاسمی "ہم ان کے مقابلہ میں جاہل ہیں"۔ وہ بیک وقت اردو، فارسی، عربی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی میں کمال دسترس رکھتے ہیں۔ ماہنامہ سیارہ خالد نمبر میں برصغیر کے نامور شاعروں نے خالد کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ موصوف کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے گہرا لگاؤ ہے۔ ان کی تصنیفات "فارقلیط" اور "منحمنا" اس لگاؤ کی آئینہ دار ہیں۔ ذیل میں خالد صاحب کا نمونۂ کلام پیش کیا جا رہا ہے۔ (منظور سعید احمد)

رباعیات

از: عبدالعزیز خالد

(۱)

اسبابِ فراغ کے طلب گار نہیں
ہر تشنہ لب ابرِ گہر بار نہیں
لاعلم لنا الا ما علمتنا
باوصفِ خودی، نشۂ پندار نہیں

(۲)

شاہا! لا تمش فی الارض مرحا
یہ دور ہے سرورِ محنت کش کا
نیک و بدِ زندگی کا محور ہے شکم
سن، کاد الفقر ان یکون کفرا

(۳)

نیرنگیٔ کن فکاں کا نظارہ کرو
اور اس کے بعد ایک نا بتلاؤ
اس ربِ جلیل کی، بایں علمِ قلیل
تم کس کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟

(۴)

رم خوردۂ افکارِ مجرد ہیں حواس
ہو زمزمہ زنِ سازِ تفکر احساس
سمجھو نہ اساطیر و قصص کو بیکار
تلک الامثال نضربھا للناس

(۵)

اے ذرۂ بے مایہ و اے مہرِ مبیں!
تقسیمِ وظائف ہی سے چلتی ہے مشیں
فضلنا بعضکم علیٰ بعض کی رمز
ہر راز کا ہوتا نہیں ہر کوئی امیں

(۶)

کیا ارض و سما میں نظر آتا ہے خلل؟
ممکن ہے کہیں ان میں کوئی ردّ و بدل؟
بے مقصد و منشا نہیں ہنگامۂ کن
ہر چیز کا اک مقام، ہر شے کا عمل

(۷)

دن رات دلِ زندہ پہ آشوب رہے
لوگوں سے ملے اور ان کی ایذا کو سہے
ہو جس پہ گراں اہلِ جہاں کی تکلیف
اپنے غمِ بے پناہ کو کس سے کہے؟

(۸)

ہم کو نہیں آرزوئے مال و اسباب
کر ہم کو عطا حکمت و تاویلِ کتاب
دیکھا ہے ان آنکھوں نے مآلِ سطوت
ما کیدُ فرعون الا فی تباب!

* شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہٗ امیر جمعیۃ عُلماءِ اسلام پاکستان کا جامع مسجد شیرانوالہ میں مجلس ذکر کے بعد خطاب ــــ
* اس مبارک و مسعود مجلس میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ کے علاوہ ملک کے دیگر مقتدر اور ممتاز علماءِ کرام بھی موجود تھے۔
* حضرت درخواستی مدظلہٗ نے یہ خطاب اس رِقّت انگیز انداز میں کیا کہ حاضرین کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے اور دیر تک وجد کی کیفیت طاری رہی۔ (مجاہد)

ذِکرِ الٰہی کی فضیلت و برکت

روحِ انسانی کی زندگی اور دلوں کی حیات اللہ کے ذِکر سے ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی: اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ وَاشْکُرُوْالِیْ وَلَا تَکْفُرُوْنِ ۝ (۲ : ۱۵۲)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وجبت محبتی للمتجالسین فیّ ـ والمتحابین فیّ، والمتبادرین فیّ والزائرین فیّ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی یذکر ربہٗ والذی لا یذکر ربہٗ کمثل الحیّ والمیتۃ۔

ذکر کے بارے میں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذاکر انسان زندہ ہے اور غافل مُردہ۔ یعنی جس طرح جسمانی غذا نہ کھانے سے جسم کمزور پڑ جاتا ہے اسی طرح روحانی غذا نہ کھانے سے روح کمزور ہو جاتی ہے۔ روحِ انسانی کی زندگی ذِکر سے ہے۔ دلوں کی حیات اللہ کے نام کے ساتھ ہے بلکہ ہر مشکل آسان اللہ کے نام سے ہے، ایمان کی نگرانی اللہ کے نام سے ہے۔ عزت میں برکت اللہ کے نام کے ساتھ ہے۔ اس لیے کہا جاتا ہے۔ یکدم ہم غافل نباشی۔ انسان کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ شاید کب نظرِ رحمت ہو جائے۔ ہم تو آج غافل ہو گئے ہیں سست ہو گئے۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ مرشد شان والا ملا، کتاب شان والی ملی، اس شان والے قرآن کی برکت تھی۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا واذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا جب تم جنّت کے باغوں میں سے گذرو تو خوب چر لیا کرو یعنی دامن بھر کر لے جایا کرو ــــ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے باغات کون سے ہیں؟ فرمایا۔ مساجد اللہ ــــ عرض کیا، پھول کیا ہیں؟ جن سے دامن بھر لیں؟ ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ والحمد للہ و لا الٰہ الّا اللہ واللہ اکبر و لا حول و لا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ جب ایک بار سبحان اللہ کوئی کہتا ہے تو زمین و آسمان خلاء ثواب سے بھر دیا جاتا ہے پھر الحمد للہ کہتا ہے تو ایسے ہی ہوتا ہے پھر لا الٰہ الّا اللہ ــــ تو یہ کلمہ کا ذکر ایسا ذکر ہے کہ ایمان کو تازگی اور روح کو فرحت اور جسم کو راحت بخش دیتا ہے ــــ لا الٰہ غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور الّا اللہ اثبات کی ضرب لگاتا ہے تو زمین و آسمان بھی جھوم اٹھتے ہیں۔

خداوند تعالےٰ ان اکابر کی قبروں پر رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنے متوسلین و متبعین کو کلمہ کا ذکر سکھایا۔

جب انسان "اللہ اکبر" کہتا ہے تو آسمان سے ندا آتی ہے۔ اے ملائکہ! میرے بندے نے اپنی ہستی مٹا دی، میری شان کا اقرار کر لیا۔ دیکھو میں اس کے دامن کو بھر کر واپس کرونگا۔

یہ جگہ اکابر کی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ رح ایک جلالی تھے، ایک جمالی۔ آپ نے دونوں سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت رح جلالی بھی تھے اور جمالی بھی۔ شکر ہے کہ آج بھی ان کی جگہ پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ ان کے خلف الرشید حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مجاہد نوجوان ہیں۔ اللہ تعالےٰ مزید توفیق بخشے۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت اتنا سفر نہ کریں، آرام بھی کر لیا کریں۔ ہم تو صبح و شام سفر کر رہے ہیں کہ کوئی اللہ کا نام سیکھ لے ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مجلس میں پہنچ گئے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ بعض بوڑھے دور دور سے صرف مجلس ذکر کے لیے آتے ہیں۔

ایک نوجوان شام کے علاقہ میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے سوال کیا۔ کہاں سے آئے ہو؟ تو عرض کرنے لگا۔ مدینہ منورہ سے ـ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو انسان حدیثِ رسولؐ یا قرآن پاک پڑھنے یا سننے یا سیکھنے کے لیے نکلتا ہے فرشتے دعائیں کرتے ہیں اور خوشی سے اپنے پروں کو اس کے قدموں کے نیچے رکھتے ہیں۔

حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جب انسان اکیلا اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ بھی اکیلا یاد کرتا ہے۔ جب مجلس میں یاد کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ ملائکہ کی محفل میں یاد کرتے ہیں۔ جب مجلس ذکر منعقد ہوتی ہے تو فرشتے

آتے ہیں۔ واپسی پر سوال ہوتا ہے کہ اے ملائکہ! میرے بندے کس حالت میں تھے؟ وہ جواباً عرض کرتے ہیں کہ وہ آپ کی یاد کرتے تھے، آپ سے محبت کرتے تھے، جنت مانگتے تھے۔ سوال ہوتا ہے کیا انہوں نے جنت دیکھی ہے؟ عرض کرتے ہیں اگر دیکھ لیں تو زیادہ مانگنے کی تڑپ پیدا ہو جاتے۔ صدا گونجتی ہے اے ملائکہ! اس مجلس میں بیٹھنے والے آنے والے حتیٰ کہ کوئی کسی کو بلانے آیا اور رک گیا۔ جاؤ میں نے سب کو بخش دیا+

حج کا سفر بھی ایک امتحان ہے بعض ہار گئے بعض جیت گئے — لوگ بیت اللہ شریف کی زیارت کا پوچھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں۔ چالیس سال تک قرآن کی تفسیر پڑھائی لیکن بعض عقدے کعبۃ اللہ کو دیکھ کر حل ہوتے ہیں۔

اسی طرح احادیث کا درس دیا لیکن بعض مطالب روضۂ رسولؐ کو دیکھ کر حل ہوئے ہیں+

آخر میں ایک بات بتاؤں۔ نبیؐ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں ایک بدوی آیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی ایسی دعا بتایئے کہ میرے گناہ معاف ہو جائیں۔ آپؐ نے فرمایا تو کیسے دعا مانگتا ہے؟ وہ کہنے لگا۔ ذُنُوْبِیْ کَثِیْرَۃٌ وَرَحْمَتُكَ وَاسِعَۃٌ فَاغْفِرْلِیْ۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ پھر پڑھ۔ اس نے پھر پڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بدوی! جا، خدا نے تجھے بخش دیا — میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ ہم کو ذاکر بنائے، اپنا نام سیکھنے کی توفیق دے۔ آمین! ثم آمین+

گذشتہ سے پیوستہ

دروس القرآن

ازافادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

رحمٰن و رحیم یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ ان کا مادّہ رحمت ہے دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔ رحمٰن میں مبالغہ زیادہ ہے، کیونکہ یہ دنیا و آخرت کی رحمت کو شامل ہے۔ علاوہ اس کے یہ اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے+

رحمت رحمت کا مفہوم یہ ہے کہ نفع پہنچایا جائے اور ضرر سے بچایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو نفع عام پہنچاتے اور ضرر سے بچاتے ہیں، تاکہ دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات حاصل کر سکیں+

رحمتِ عمومی رحمت کی دو قسمیں ہیں۔ عمومی اور خصوصی۔

عمومی رحمتیں ہر ادنیٰ و اعلیٰ، دوست و دشمن، مومن و کافر، موحد و مشرک پر یکساں ہیں:

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ (۱۷: ۲۰)

(ہم سب کو مدد دیتے ہیں، ان کو بھی اور اُن کو بھی تیرے رب کی عطا سے، اور تیرے رب کی عطا کبھی رُکتی نہیں+)

اللہ تعالےٰ کی رحمت ہائے عمومی بے بہا اور بے شمار ہیں:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا (۱۴: ۳۴)

(اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے+)

ہوا، پانی، روشنی، حرارت، زمین اور اس کی تمام اشیاء سب کے لیے ہیں، سب اُن سے یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کوئی تمیز روا نہیں رکھی گئی۔ حقیقت میں یہ ساری نعمتیں اللہ تعالےٰ نے اپنے فرمانبردار بندوں کے لیے پیدا کی ہیں۔ اُن کی طفیل نافرمان بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسے حکومت فرمانبردار رعایا کے لیے سارے آرام و راحت کے اسباب مہیا کرتی ہے۔ ریلیں، سڑکیں، پل وغیرہ بنواتی ہے اور باغی بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن ساری نعماء کا مرکز جنت ہو گی اور وہ فرمانبردار بندوں کے لیے خاص ہو گی:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ (۷: ۳۲)

(کہہ دو کس نے اللہ کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے لیے پیدا کی ہے اور کھانے کی ستھری چیزوں کو حرام کیا ہے، کہہ دو وہ دنیا کی زندگی میں اُن لوگوں کے لیے ہیں جو ایمان لائے۔ قیامت کے دن خالص انہی کے لیے ہو جائیں گی۔

گویا دنیا کی زندگی میں باقی لوگ ایمان والوں کی طفیل فائدہ اٹھاتے ہیں مگر قیامت کے دن وہ صرف ایمان والوں کے لیے مخصوص ہوں گی۔

رحمتِ خصوصی خصوصی رحمتیں خاص بندوں کے لیے ہیں۔ ان کا منبع صفتِ رحیم ہے اس رحمت کے ماتحت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایمان عطا فرماتا ہے۔ اسلام کے لیے شرح صدر فرماتا ہے اور مدارجِ کمال سے سرفراز فرماتا ہے۔ چنانچہ صالح، شہید، صدیق اور نبی اسی رحمت سے فیض یافتہ ہیں:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ (۲: ۲۵۳)

(ان رسولوں میں سے ہم نے بعض

کو بعض پر فضیلت دی ہے +

اللہ تعالےٰ انسان کی ہر حالت میں دستگیری فرماتے ہیں تاکہ وہ مدارجِ کمال حاصل کر سکے۔ چنانچہ انسان کی تین حالتیں ہیں۔ پہلی حالت میں وہ عدم سے صفحۂ ہستی پر آتا ہے۔ دوسری حالت اس کا بے بقا اور فانی زندگی میں چند روزہ قیام ہے۔ تیسری حالت اس فانی زندگی سے دوسرے جہان کی ابدی زندگی میں منتقل ہوتا ہے۔ تینوں حالتوں میں اللہ تعالےٰ کی شفقت و رحمت اور دستگیری و اعانت کے بغیر چارہ نہیں۔ اس جہان میں دونوں رحمتوں کی ضرورت ہے۔ دوسرے جہان میں رحمتِ خصوصی کی ضرورت ہوگی۔ جو فقط مومنین ہی کو نصیب ہوگی +

رحمٰن کا لفظ اللہ تعالےٰ کے لیے خاص ہے۔ کسی دوسرے کے لیے استعمال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عام رحمتوں کا منبع وہی ہے :

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

(۱۷ : ۱۱۰)

(کہہ دو اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو پکارو، جس نام سے پکارو، سب اسی کے عمدہ نام ہیں) +

البتہ رحیم کا لفظ قرآن حکیم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھی استعمال کیا گیا ہے :

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○

(۹ : ۱۲۸)

(یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا ہے —— تمہارا تکلیف پانا اس پر شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہارے لئے بھلائی کا خواہشمند ہے۔ مومنوں پر مہربان، رحم کرنیوالا ہے) +

غرض اللہ تعالےٰ رحمت ہائے عمومی و خصوصی کا منبع ہے اور تمام نعمتوں کا منعمِ حقیقی ہے۔ اس لحاظ سے بھی وہ قابلِ ستائش ہے +

الاعتبار والتاویل

اللہ تعالےٰ کی رحمت دنیا و آخرت کی نعمتوں پر شامل ہے اور یہ محض اس کی عنایت ہے جس میں کوئی غرض اور کسی معاوضہ کا خیال نہیں۔ جب انسان کو علم ہو گیا کہ ساری نعمتوں کا منعمِ حقیقی فقط وہی ہے، تب اس کا فرض ہے کہ اسی پر توکل کرے اور اپنے سب کام اسی کے سپرد کرے اور اپنی توجہ فقط اس کی رحمت کی طرف رکھے کسی دوسرے سے مدد نہ مانگے۔ اسی درجہ کا نام تعلق بالرحمٰن و الرحیم ہے۔ ان دو اسموں سے تعلق کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کھائے۔

★

عیدِ قرباں کی تاریخی حیثیت

مقصد —— اور فضائل و مسائل

قربانی کا آغاز کب ہوا —— اور انبیاء سابقین میں اس کا رواج کیسے تھا؟ —— ایک تاریخی تجزیہ

حافظ قاری فیوض الرحمٰن ایم اے۔ صدر شعبۂ اسلامیات گورنمنٹ کالج، ایبٹ آباد

(گزشتہ سے پیوستہ)

غرض باپ بیٹا تعمیلِ حکم کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل زمین پر لٹا دیا ہے، بیٹا ذرا بھی حرکت نہیں کر رہا اور تعمیل فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو چکی ہے۔ "فی ظلال القرآن" میں ہے :۔

"اِنَّ الرَّجُلَ يُمْضِیْ فَيَكُبُّ ابْنَهٗ عَلٰى جَبِيْنِهٖ اِسْتِعْدَادًا وَ اِنَّ الْغُلَامَ يَسْتَسْلِمُ فَلَا يَتَحَرَّكُ اِمْتِنَاعًا، وَ قَدْ وَصَلَ الْاَمْرُ اِلٰى اَنْ يَّكُوْنَ عِيَانًا۔"

(جلد ۲۳ صـ۶۴)

حضرت اسمٰعیلؑ درخواست کر رہے ہیں کہ اُشْدُدْ رِبَاطِیْ حَتّٰى لَا اَضْطَرِبَ، وَاكْفُفْ ثِيَابَكَ لِئَلَّا يَنْتَضِحَ شَيْءٌ مِّنْ دَمِیْ وَ اَسْرِعْ مَرَّ السِّكِّيْنِ عَلٰى حَلْقِیْ لِيَكُوْنَ الْمَوْتُ اَهْوَنَ عَلَیَّ وَ كُبَّنِیْ عَلٰى وَجْهِیْ لِئَلَّا تَنْظُرَ اِلَيْهِ فَتَرْحَمَنِیْ۔

(تفسیر القرآن الکریم محمود محمد حمزہ و حسن علوانی)

"ابا جان! مجھے باندھ دیجیے تاکہ میں حرکت نہ کر سکوں۔ اپنے کپڑوں کو مجھ سے دور رکھیے تاکہ خون کے چھینٹے پڑنے نہ پائیں اور چھری چلانے میں تیزی کیجیے تاکہ موت میرے لیے آسان ہو اور مجھے پیشانی کے بل گرا دیجیے۔ دھیان فرمائیے، کہ محبتِ پدری تعمیلِ حکم میں حائل نہ ہو جائے"!

چھری گردن پر رکھ دی گئی، اب صرف خون بہنے اور جان نکلنے کی کسر باقی رہ گئی ہے۔ اللہ! اللہ! یہ ہے حضرتِ خلیلؑ کا مقام —— ! اقبالؒ کہتے ہیں : ؎

می کند از ما سوا قطعِ نظر!
می نہد ساطور بر حلقِ پسر
با یکے مثلِ ہجوم لشکر است
جان بچشم او ز باد ارزاں تر است

باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ذبح کرنے لگا ہے۔ فرشتے ورطۂ حیرت میں ہیں۔ چشمِ فلک نے روزِ اوّل سے سطحِ زمین پر ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔ حضرتِ ابراہیمؑ پوری قوت کے ساتھ بار بار چھری چلا رہے ہیں، لیکن چھری کی مجال نہیں ہے، کہ وہ ایک بال بھی کاٹ سکے۔ چنانچہ علامہ بیضاویؒ نے اس مقام پر لکھا ہے :۔

کعبہ شریف میں
سبوریٹ مقام ابراہیم

رُوِیَ اَنَّہٗ اَمَرَّ السِّکِّیْنَ بِقُوَّتِہٖ عَلٰی حَلْقِہٖ مِرَارًا فَلَمْ یَقْطَعْ ۔

آزمائش پوری ہوئی، امتحان مکمل ہوا۔ اسماعیلؑ کا خون بہانا مقصود نہیں ہے۔ حق تعالٰے نیت، اخلاص اور عزم دیکھنا چاہتے ہیں۔ سو باپ بیٹا، دونوں اس میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اچانک آواز سنائی دیتی ہے۔

وَنَادَیْنٰہُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰھِیْمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ، اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ۝

"ابراہیم! بس کیجے۔ آپ نے خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو ایسی ہی جزا دیا کرتے ہیں"۔

توراۃ میں ہے کہ جب ابراہیمؑ بیٹے کو قربان کرنا چاہا تو فرشتے نے ندا دی کہ ہاتھ روک لو اور ساتھ ہی یہ الفاظ کہے:۔

"خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا، میں تجھ کو برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دوں گا۔ (تکوین ۲۲-۱۵)

یہ بہت بڑا امتحان تھا اور اس امتحان کے لائق حضرت ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ جیسے بزرگ ہی ہو سکتے ہیں۔

ع ۔ اِنَّ الْعَطَایَا کُفُوْھَا الْعُظَمَاءُ

اللہ نے حضرت اسماعیلؑ کی جگہ ایک بڑا ذبیحہ بھیج دیا۔ روایات میں ہے کہ یہ دنبہ جنت سے آیا تھا۔

وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ (القرآن)

اللہ کو اپنے خلیلؑ کی یہ ادا ایسی پسند آئی، کہ اسے آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی باقی رکھا (وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ) پھر یہی قربانی کی رسم اسماعیل علیہ السلام کی عظیم الشان یادگار کے طور پر ہمیشہ کے لیے قائم کر دی گئی۔ آج تک دنیا ابراہیمؑ کو بڑائی اور بھلائی سے یاد کرتی ہے۔ یہاں تک کہ یہودی بھی آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، عیسائی بھی آپ کی تعظیم کرتے ہیں اور مشرکین بھی آپ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ آپ تمام امتحانات میں کامیاب ہوئے اور امامت کا تاج آپ کے سر پر رکھ دیا گیا۔

(وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّھُنَّ ، قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (البقرہ)

(علامہ شبیر احمد عثمانیؒ)

موجودہ قربانی حضرت خلیل اللہؑ کی یادگار ہے

امتِ مسلمہ کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ اس امت کے لیے دعائیں مانگتے رہے ہیں —

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّۃً مُّسْلِمَۃً لَّکَ ۝ (البقرہ) اے پروردگار! ہمیں اپنا اور زیادہ مطیع بنا دیجیے۔ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجیے جو آپ کی مطیع ہو اور رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ ۔ اے ہمارے پروردگار اور اس جماعت کے اندر ان ہی میں سے ایک جلیل القدر پیغمبر مقرر کیجیے۔

اللہ پاک نے آپ کی دعائیں قبول فرمائیں اور یہ امت وجود میں آئی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ جیسا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا نتیجہ ہوں"۔

اس امت کا نام "مسلم" اور "مسلمین" آپ نے ہی رکھا ہے۔

وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ ھُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ، ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (الحج: ۷۸)

"اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو، جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے اس نے تمہیں اور امتوں سے ممتاز فرمایا اور اس نے تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیمؑ کی اس ملت پر ہمیشہ قائم رہو۔ اس نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے"۔

قرآنِ مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے:۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدٰىنِیْ رَبِّیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ (الانعام ۱۶۱)

"آپؐ کہہ دیجیے کہ مجھے میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتا دیا ہے وہ ایک دین ہے مستحکم، جو طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے"۔

نماز اور قربانی ملتِ ابراہیمی کے بنیادی رکن ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونے کی اس امت کو بھی تاکید کی گئی ہے:۔

فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ — یعنی آپؐ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی دیجیے۔ (الکوثر)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ میں تصدیق فرمائی ہے کہ یہ قربانیاں تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں —

حدیث میں ہے۔ صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا: مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ: سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، قَالُوْا! فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: بِکُلِّ شَعْرَۃٍ

MECCA . View of the Holy Mosque from Ajyad Square. مکۃ المکرمۃ۔ منظر المسجد الحرام من میدان اجیاد

حَسَنَۃٌ، قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ

(رواہ احمد، ابن ماجہ)

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ آپؐ سے بعض صحابہؓ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان قربانیوں کی کیا حقیقت اور تاریخ ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: یہ تمہارے روحانی اور نسلی مورث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! پھر ہمارے لیے ان قربانیوں میں کیا اجر ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اُون کا بھی یہی حساب ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ اُون والے جانور کی قربانی کا اجر بھی اُسی شرح اور اسی حساب سے ملے گا۔ کہ اس کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی۔ اسی حقیقت کو علامہ اقبالؒ نے یوں بیان کیا ہے ؎

ما مسلمانیم و اولادِ خلیل
از ابیکم گیر گر خواہی دلیل

قربانی کا مقصد

قربانی سے مقصود گوشت اور خون نہیں ہیں، بلکہ خلوص اور تقویٰ مقصود ہے جیسے ارشاد باری ہے — لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (الحج)

اور حدیث شریف میں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلَا اِلٰی اَلْوَانِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (یعنی اللہ تعالے کی نگاہ تمہاری ظاہری شکل و صورت پر نہیں ہوتی بلکہ خلوص اور عمل پر ہوتی ہے)۔

قربانی ہمیں تسلیم و انقیاد کا سبق دیتی ہے۔ یعنی ہم اپنے آپ کو پورے طور پر اللہ تعالے کے سپرد کر دیں۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا ثبوت پیش کیا تھا۔ اِذْ قَالَ لَہٗ رَبُّہٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (جب ان کے پروردگار نے ان سے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے رب العالمین کی اطاعت اختیار کی)۔ (البقرہ ۱۳۱)

ہماری نماز، ہماری قربانی، ہماری چاہت ہمارا دیکھنا، سونا اور جاگنا بلکہ پوری زندگی اور موت، اطاعت و فرمانبرداری کی مکمل تصویر ہو اور ہماری تمام حرکات و سکنات احکام الٰہی کی پابند ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

طبعِ مسلم از محبت قاہر است
مسلم ار عاشق نباشد کافر است
تابعِ حق دیدنش، نادیدنش
خوردنش، نوشیدنش، خوابیدنش

اور اسی اطاعت و فرمانبرداری کا اعلان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قرآن کریم کے ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ — آپؐ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا، یہ سب خالص اللہ ہی کے لیے ہے، جو سارے جہان کا مالک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ماننے والا ہوں۔ (الانعام ۱۶۳)

قربانی سے مومن کو یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالے کی رضا ہر چیز سے مقدم ہے۔ مال، اولاد، حتّٰی کہ جان سے بھی۔ اگر رضائے الٰہی حاصل ہو تو یہ سودا بہت سستا ہے اس قسم کا ایک مومن بھی پورا لشکر ہے ؎

می کند از ما سوا قطع نظر
می نہد ساطور بر حلقِ پسر
با یکے مثلِ ہجوم لشکر است
جاں بچشمِ او ز باد ارزاں تر است

قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں فرمایا گیا ہے — اِنَّ اِبْرٰہِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا لِّلّٰہِ حَنِیْفًا ط "بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے مقتدا تھے، اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے اور حنیف تھے"۔ (بیان القرآن حضرت تھانویؒ)

تفسیر "جامع البیان" نے ایک اور معنیٰ بھی لکھا ہے "بے شک ابراہیم علیہ السلام اپنی ذات میں ایک امت تھے"۔ (جامع البیان ص۲۳۵، النحل ۱۲۰)

غرض ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں ماں باپ، وطن، جان، اولاد ہر قسم کی قربانی دے کر "امتِ مسلمہ" کے لیے ایک شاندار مثال قائم کر دی ہے، تاکہ امتِ مسلمہ حکومت و امامتِ اقوام کے منصبِ جلیل پر فائز ہو سکے۔ قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْٓ اِبْرٰہِیْمَ — (الممتحنہ-۴) (ابراہیم علیہ السلام تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ہیں)۔

ان قربانیوں کی بدولت آپ کو امامتِ انسانیت کی سند سے نوازا گیا۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ (البقرہ: ۱۲۴) اسی لیے اہل اسلام کو ہر سال قربانی دینے کی مشق کرائی جاتی ہے تاکہ انہیں دنیا کی سیادت و حکمرانی بھی نصیب ہو اور آخرت کی دائمی سعادت بھی حاصل ہو۔

اسلام کی پوری تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو جب بھی کامیابی ملی ہے اُن کی قربانیوں ہی کی بدولت ملی ہے اور جب کبھی دنیا میں ٹھوکر کھائی ہے اسی حقیقت کبریٰ سے غافل ہو جانے کی وجہ سے کھائی ہے +

پس اس یادگار کے منانے کا مقصد یہ ہے، کہ اس امت میں وہی جذبۂ قربانی پیدا کر دیا جائے۔ جس کا مظاہرہ آج سے تقریباً چار ہزار سال پہلے حضرت خلیل علیہ السلام نے کیا تھا +

اگر آج بھی ہم میں اسوۂ ابراہیمی کی جھلک آ جائے، تو فتح و کامیابی یقیناً ہماری ہے اور ہم دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو مغلوب کر سکتے ہیں ۵

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

قربانی کے فضائل ومسائل

محبوب ترین عمل، عیدالاضحیٰ کی قربانی

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ، وَ اِنَّہٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ بِقُرُوْنِھَا وَ اَشْعَارِھَا وَ اَظْلَافِھَا، وَ اِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِھَا نَفْسًا۔ (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ (یعنی عیدالاضحیٰ کے دن) فرزند آدمؑ کا کوئی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہو کر) آئے گا (اور یہ چیزیں ثواب عظیم ملنے کا ذریعہ بنیں گی) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ پس اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو +

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں۔ "اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَۃِ عَشْرَ سِنِیْنَ یُضَحِّیْ۔" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہجرت کے بعد) مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور آپ برابر (ہر سال) قربانی کرتے تھے۔" (رواہ الترمذی)

عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَاَیْتُ عَلِیًّا یُضَحِّیْ بِکَبْشَیْنِ، فَقُلْتُ لَہٗ مَا ھٰذَا؟ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ، فَاَنَا اُضَحِّیْ عَنْہُ۔ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت حنش بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دو مینڈھوں کی قربانی کرتے دیکھا، میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی آپ بجائے ایک کے دو مینڈھوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپؐ کی طرف سے بھی قربانی کیا کروں، تو ایک قربانی میں آپؐ کی جانب سے کرتا ہوں" +

تشریح: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مندرجہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ طیبہ میں قیام فرمانے کے بعد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پابندی کے ساتھ ہر سال قربانی فرماتے رہے اور حضرت علیؓ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپؐ بعد کے لئے بھی حضرت علیؓ کو وصیت فرما گئے تھے کہ آپؐ کی طرف سے قربانی کیا کریں۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق حضرت علیؓ آپؐ کی طرف سے برابر قربانی کرتے رہے +

ان احادیث سے قربانی کا ثواب معلوم ہوا۔ اگر قربانی واجب نہ ہو، تو بھی ثواب عظیم حاصل کرنے کے لیے ضرور قربانی کر لینا چاہیے +

قربانی کس پر واجب ہے؟

جس مسلمان مرد یا عورت کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی ہو یا اتنے پیسے ہوں جس سے ساڑھے باون تولے چاندی آ سکتی ہو یا اتنی رقم تو ان کے پاس نہیں لیکن ضرورت سے زائد اتنا مال و اسباب اس کے پاس ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر بن سکتی ہے تو ایسے شخص پر قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہے۔ اور اس کے ترک سے گناہ ہوتا ہے اگر میاں بیوی دونوں کے پاس اتنی مالیت ہو جس کا ذکر اوپر ہوا تو دونوں پر قربانی واجب ہے +

قربانی کے جانور

بکرا، بکری، دُنبہ بھیڑ، گائے، بیل بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی۔ صرف ان جانوروں کی قربانی درست ہے۔ ان کے علاوہ کسی جانور کی قربانی درست نہیں ہے، اگرچہ قیمت یا گوشت میں ان سے زیادہ ہو مثلاً ہرن وغیرہ۔ اونٹ، گائے، بھینس کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں اور بھیڑ، بکری، دنبہ کی قربانی صرف ایک ہی آدمی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ اونٹ کی عمر پانچ سال سے کم نہ ہو۔ گائے، بھینس کے لیے دو سال کا ہونا ضروری ہے۔ بھیڑ اور بکری ایک سال سے کم نہ ہو البتہ دنبہ (جس کی چکتی ہو وہ) چھ ماہ کا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ موٹا تازہ ہو۔ قربانی کا جانور، اندھا، لولا، لنگڑا، کانا، بیمار اور بہت دبلا پتلا نہیں ہونا چاہیے۔ جس جانور میں کوئی عیب ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ سے مروی ہے: "قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّضَحِّیَ

بِاَعْضَبِ الْقَرْنِ وَالْاُذُنِ —— کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو ایسے جانور کی قربانی سے منع فرمایا۔ جس کا سینگ ٹوٹا ہوا ہو یا کان کٹا ہوا ہو" (ابن ماجہ)

سینگ اگر جڑ سے ٹوٹ گیا ہو تو اس جانور کی قربانی جائز نہیں، اگر پیدائشی سینگ نہ ہوں تو قربانی درست ہے +

قربانی دراصل بندے کی طرف سے اللہ تعالےٰ کے حضور میں نذر ہے' اس لیے ضروری ہے کہ اپنی استطاعت کی حد تک اچھے جانور کا انتخاب کیا جائے۔ یہ بات بہت غلط ہے کہ لولا، لنگڑا، اندھا، کانا، بیمار، مریل، سینگ ٹوٹا، کان کٹا جانور اللہ کے حضور میں پیش کیا جائے —— قرآن مجید میں اصول کے طور پر فرمایا گیا ہے:۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۝ تمہیں نیکی کا مقام اُس وقت تک ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرو جو تمہیں مرغوب و محبوب ہیں"

خصی یعنی بدھیا جانور کی قربانی درست ہے کیونکہ اس کے گوشت میں کوئی خرابی نہیں آتی بلکہ اس کا گوشت اچھا اور عمدہ ہوتا ہے +

جس جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اُسے قربانی میں ذبح نہ کرنا چاہیے۔ اگر کر دیا تو قربانی ہو جائے گی۔ اگر بچہ زندہ نکلے تو اسے بھی ذبح کر دیں +

چونکہ عقیقہ بھی ثواب کا کام ہے اس لیے قربانی کی گائے یا اونٹ میں اگر کچھ حصے قربانی کے اور کچھ عقیقہ کے ہوں تو یہ بھی جائز ہے +

اگر چھ آدمیوں نے قربانی کا حصہ لیا اور ایک شخص نے ایک حصہ صرف گوشت کھانے کی نیت سے لے لیا تو کسی کی بھی قربانی نہ ہو گی۔ اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو تو بھی کسی کی قربانی درست نہ ہو گی' نہ اُس کی جس کا پورا ساتواں حصہ ہے اور نہ اس کی جس کا ساتویں حصے سے کم ہے +

جس پر قربانی واجب ہو صرف اس پر اپنی جانب سے قربانی کرنا واجب ہے اپنی اولاد یا بیوی کی طرف سے اور

MEDINA. The Prophet's Mosque Bab Al Salam. المدینۃ المنورۃ - الحرم النبوی الشریف باب السلام

والدین کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔ البتہ مالیت کے اعتبار سے ان لوگوں پر الگ الگ واجب ہوتی ہو، تو ہر شخص اپنے اپنے طور سے ادا کرے +

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قربانی کرنا درست ہے، چاہے دن میں کرے یا رات میں' لیکن اگر خوب روشنی کا انتظام نہ ہو' تو رات کو نہ کرنا بہتر ہے کہ شاید کوئی رگ کٹنے سے رہ جائے +

شہر اور قصبات والوں کو قربانی نمازِ عید کے بعد کرنی چاہیے۔ اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر لی تو وہ معتبر نہیں، دوبارہ کرے۔ ہاں اگر کسی کا قیام ایسے دیہات میں ہو جہاں نمازِ عید شرعاً واجب نہیں اور وہاں نمازِ عید نہیں پڑھی جاتی' تو یہ لوگ بقرعید کے دن صبح صادق کے بعد ہی سے ذبح کر سکتے ہیں +

قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اور دوسرے سے ذبح کرانا بھی جائز ہے۔ اگر دوسرے سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود ہو' تو بہتر ہے لیکن اگر عورت ہو تو پردے کا اہتمام کرے +

قربانی کا ایک تہائی گوشت محتاجوں میں اور ایک تہائی دوستوں میں تقسیم کرے، ایک تہائی اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لے۔ اگر گھر والے زیادہ ہوں تو سارا گوشت گھر میں استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ گناہ نہیں۔ مقصدِ قربانی صرف ذبح کرنے سے پورا ہو جاتا ہے

لیکن بہتر یہی ہے کہ ایک تہائی خیرات کر دے۔ خیرات کرنے میں ایک تہائی سے کمی نہ کرے +

مالدار کو بھی قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں، اپنے نوکر چاکر کو بھی لیکن کام کے بدلے اور محنت مزدوری کے معاوضہ میں نہیں۔ قربانی کا گوشت غیر مسلم نوکر اور پڑوسی کو بھی دیا جا سکتا ہے +

قربانی کے دنوں میں جانور کی قربانی کرنا ہی لازم ہے۔ اگر جانور کو زندہ صدقہ کر دیا جائے تو قربانی ادا نہ ہوگی +

قربانی کی کھال قصاب کی مزدوری یا امام و مؤذن یا مدرس قرآن کی تنخواہ میں نہیں دی جا سکتی۔ اگر جائے نماز وغیرہ بنا کر اپنے ہی استعمال میں لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں ورنہ اسے فروخت کر کے اس کی قیمت کسی ایسے شخص کو دینی چاہیے جسے زکوٰۃ لینا جائز ہو +

اگر کسی نے منت مانی کہ فلاں کام ہو جائے تو قربانی کروں گا اور پھر کام ہو جانے کے بعد قربانی کرے، تو اُس قربانی کا گوشت خود کھانا یا مالداروں کو دینا جائز نہیں۔ صرف فقیروں کو خیرات کر دیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے وصیت کی تھی کہ میری موت کے بعد میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کرنا اور اس کی وصیت پوری کی گئی، تو اس قربانی کا بھی تمام گوشت خیرات کرنا واجب ہے، مالداروں کو کھانا جائز نہیں۔ ہاں اگر کسی نے وصیت نہ کی تھی کوئی شخص کسی کو ثواب پہنچانے کے لئے اپنے طور سے قربانی کرتا ہے تو اس میں سے خود کھانا، کھلانا، مالداروں کو دینا

المدینۃ المنورۃ - الحرم النبوی الشریف بمآذنہ الاربع والقبۃ الخضراء MEDINA - Prophet's Mosque with four Minarets.

سب درست ہے۔

اگر کسی کے ذمّہ مسئلہ کی رُو سے قربانی واجب نہ تھی لیکن جانور خرید لیا تو اب اس کی قربانی واجب ہو گئی۔

قربانی کی دُعا

قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ ، بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ۔

ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

(اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے قبول فرما جیسے تو نے اپنے حبیب حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے قبول کی۔

قربانی کا خاص راز

ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَاَرَادَ بَعْضُکُمْ اَنْ یُّضَحِّیَ فَلَا یَاْخُذَنَّ شَعْرًا وَّلَا یُقَلِّمَنَّ ظُفُرًا۔ (رواہ مسلم)

"جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اسے چاہیے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔"

تشریح: "دراصل یہ عشرہ حج کا ہے اور ان ایام کا خاص الخاص عمل حج ہے، لیکن حج مکۂ معظمہ جا کر ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے وہ عمر میں صرف ایک دفعہ اور وہ بھی اہلِ استطاعت پر فرض کیا گیا ہے۔ اس کی خاص برکات وہی بندے حاصل کر سکتے ہیں جو وہاں حاضر ہو کر حج کریں۔ لیکن اللہ تعالٰے نے اپنی رحمت سے سارے اہل ایمان کو اس کا موقع دیا ہے، کہ جب حج کے یہ ایام آئیں تو اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی حج اور حجاج سے ایک نسبت پیدا کر لیں، اور اُن کے کچھ اعمال میں شریک ہو جائیں۔ عیدالاضحٰی کی قربانی کا خاص راز یہی ہے۔

حجاج دسویں ذی الحجہ کو مِنیٰ میں اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے دوسرے مسلمان جو حج میں شریک نہیں ہو سکے انہیں حکم ہے، کہ وہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اسی دن اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں نذر کریں اور جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتا، اسی طرح یہ مسلمان جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال یا ناخن نہ ترشوائیں، اور اس طریقے سے بھی حجاج سے ایک مناسبت اور مشابہت پیدا کریں۔ کس قدر مبارک ہدایت ہے جس پر چل کر مشرق و مغرب کے مسلمان حج کے انوار و برکات میں حصّہ لے سکتے ہیں۔ (معارف الحدیث ص۱۴۳)

عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت

جس طرح اللہ تعالےٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو، اور سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضانِ مبارک کو، اور پھر رمضانِ مبارک کے تین عشروں میں سے عشرۂ اخیرہ کو خاص فضیلت بخشی ہے، اسی طرح ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کو بھی فضل و رحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے اور اسی لیے حج بھی انہی ایام میں رکھا گیا ہے۔ بہرحال یہ رحمتِ خداوندی کا خاص عشرہ ہے، ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالےٰ کو بہت محبوب ہے اور اُس کی بڑی قیمت ہے۔

حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مَا مِنْ اَیَّامٍ اَلْعَمَلُ الصَّالِحُ فِیْهِنَّ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ الْعَشَرَۃِ

(اللہ تعالےٰ کو عمل صالح جتنا ان دس دنوں میں محبوب ہے، اتنا کسی دوسرے دن میں نہیں) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام کے اعمالِ صالحہ سے بڑھ کر نہیں ہے؟ فرمایا ہاں، جہاد فی سبیل اللہ بھی ان ایام کے اعمالِ صالحہ سے بڑھ کر نہیں، اِلّا یہ کہ کوئی شخص اپنا جان مال لے کر راہِ خدا میں نکلا اور پھر کچھ بھی لے کر واپس نہیں ہوا۔ (بخاری شریف)

نویں تاریخ کا روزہ

آپؐ نے بقرعید کی نویں تاریخ کے روزے کے بارے میں فرمایا، کہ میں اللہ پاک سے پختہ امید رکھتا ہوں کہ اس کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ فرما دیں گے۔ (مسلم شریف)

تکبیر تشریق

ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو فجر کی فرض نماز

سے لے کر تیرھویں تاریخ کی نمازِ عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر تشریق "اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ ایک بار پڑھنی مشروع ہے۔ مرد زور سے اور عورتیں آہستہ پڑھیں۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون ٥ وسلام على المرسلين ٥ والحمد لله رب العلمين ٥

فلسفہ عید قربان

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

ہر حکمِ الٰہی میں حکمت

دنیا میں ہر عقلمند کا یہ قاعدہ ہے کہ اپنے ذہن میں ہر کام کے نفع و نقصان کا موازنہ پہلے کرتا ہے۔ جو چیز اس کے حق میں انفع ہو۔ یعنی جس کا نفع بجائے نقصان کے زیادہ ہو اُسے پسند کرتا ہے۔ جب یہ ایک ایسی ہستی کا معمول ہے جس کی عقل محدود فہم نارسا انکشاف حالات مستقبلہ سے عاجز و بیکس ہے۔ جس کے سارے فیصلے محض ظن و تخمین پر ہیں۔ تو کیا اس عالم الغیب و الشہادۃ، قادر مطلق، فعال لما یرید کا یہ دستور العمل نہیں ہونا چاہیے۔ وہ تو حکیم علی الاطلاق ہے۔ اس کا کوئی کام اور کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا۔

مراتبِ فہم

ہاں ایک امر کے تسلیم کرنے میں کسی کو چارہ نہیں۔ وہ یہ کہ عقل و فہم انسانی کے مراتب مختلفہ ہیں۔ ایک ہی چیز ایک شخص کے ہاں بدیہی ہے تو دوسرے کے حق میں نظری۔ نظری ہونے کے بعد پھر ایک آدمی محض اپنی نظر و فکر سے اُسے حل کر لیتا ہے۔ تنبیہ منبہ کی اُسے ضرورت نہیں۔ تو دوسرا اُسی نظری کو سوائے راہ نمائی کے حل نہیں کر سکتا۔ پھر راہ نما ملنے کے بعد ایک شخص ادنٰی انتباہ سے متنبہ ہو جاتا ہے۔ تو دوسرے کے لیے معلم بیحد دردِ سری کرتا ہے۔ تب اُسے کچھ سمجھ میں آتا ہے۔ جب فہم انسانی میں مراتب مختلفہ ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے حکمت و مصلحت کا سمجھنا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ بلکہ ایمان بالغیب پر اکتفا کیا گیا ہے۔ قولہٗ تعالٰے ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ۔ ترجمہ:۔ اس کتاب (کے منزل من اللہ ہونے) میں شک نہیں پرہیزگاروں کے لیے راہ نما ہے۔ وہ لوگ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں"۔ البتہ اللہ تعالٰے اپنے مخلص بندوں کو نعمت حکمۃ سے بھی سرفراز فرماتا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ:۔ اور جس شخص کو حکمۃ (دانشمندی) عطا کی گئی بے شک اُسے بہت بھلائی دی گئی۔

حکمِ قربانی

اصل سابق کے مطابق حکم قربانی بھی حکمت سے خالی نہیں ہے۔ یہ علیٰحدہ بات ہے کہ بعض افراد اس حکمت کو نہ سمجھیں اور بے سوچے سمجھے تعمیل حکم کر دیں +

قربانی کی ابتدا

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نسلِ انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے۔ اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ الآیہ۔ ترجمہ:۔ ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعی قصہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی پھر ایک کی قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہیں ہوئی +

ابراہیمی قربانی

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیلؑ) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لیے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی۔ اللہ تعالٰے کے حکم کی تعمیل کیجئے مجھے خدا تعالٰے کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا۔ اُس وقت اللہ تعالٰے سے آواز آئی اے ابراہیم علیہ السلام تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالٰے نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا۔ جسے حضرت ابراہیم علیہ السلامؑ نے ذبح کیا۔

ابراہیمی قربانی کے نتائج

۱۔ جب حصول رضاء الٰہی کے لیے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریق اولٰی کوئی دریغ نہ تھا۔

۲۔ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لیے تیار تھے۔ تو مال قربان کرکے خدا تعالٰے کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہوگا۔

۳۔ جب ان کے ہاں جان، اولاد، اور مال رضاء الٰہی کے مقابلہ میں کوئی چیز نہ تھا۔ تو وہاں حبِ وطن محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی ہے۔

۴۔ جب اللہ تعالٰے کی رضاء حاصل کرنے میں جان اولاد کی پرواہ نہیں کرتے۔ تو اعزہ و اقرباء کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔

۵۔ جب جان، اولاد، اور اعزہ و اقرباء اس دُرِّ یتیم (رضاء الٰہی) پر ان کے قربان ہو چکے ہیں تو حُبِّ بقیہ احباب دنیا اُنہیں کب یاد الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔

۶۔ جب رضاء الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت و حرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

تجدید ملتِ ابراہیمیؑ

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ و السلام در اصل ملتِ ابراہیمی کے مجدد ہیں۔ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ حج) ترجمہ:۔ اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو۔ جیسا کوشش کرنے کا حق ہے۔

اُس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور اُس نے) تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔ تم اپنے باپ ابراہیم کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو۔ اُس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے +

ابراہیمی قربانی کی تازہ یاد

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لیے آپ نے بھی اپنی امت کو حصول رضاء الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی۔ تاکہ امت محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے۔ اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔

تنبیہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ قربانی کرتے وقت جذباتِ ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ انہی دل کے پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ ترجمہ:۔ اللہ تعالےٰ کے ہاں قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ اُس کے ہاں (اس) تقویٰ کی قدر و قیمت ہے۔ (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتا ہے۔)

بیک کرشمہ دو کار

بفضلہ تعالےٰ اُمت محمدیہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہے۔ کہ شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین و دنیا، دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ اِدھر خدا تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ تو اُدھر دنیا سنور جاتی ہے۔ اِدھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ تو اُدھر دُنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پا جاتا ہے +

فلسفہ عید قُربان پیغام فتح اسلام

اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی تازہ یاد قرار دیں۔ اور ہر سال شمع رضاء الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لیے دل و جان ظاہر و باطن سے تیار رہیں تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عزاسمہ و جل مجدہٗ ان کی پشت و پناہ ہو گا۔ پھر ایسے سرفروش فدائیان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی۔ خدا تعالےٰ ان کی حمایت کے لیے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر یہ دُنیا میں چالیس کروڑ نہیں چالیس سو بھی ہوں گے۔ تو ہر میدان میں فتح و نصرت کا سہرا انہی کے سر ہوگا۔ دُنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی مُنہ کی کھا کر جائے گی +

رازِ فتح

اگر اصول مذہب سے قطع نظر کر لی جائے تو بھی عقلاء دنیا کے ہاں یہ قاعدہ مسلم ہے کہ وحدت میں قوت اور انتشار میں ضعف لازمی ہے۔ مثلاً کچے سوت کی تاریں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ تو دو برس کا بچہ ایک ایک کو لے کر ٹکڑے کر سکتا ہے۔ لیکن انہی میں وحدت پیدا ہو جائے تو ایک طاقتور جوان بھی کپڑے کے ایک گز کو کھینچ کر دو ٹکڑے نہیں کر سکتا یا مثلاً اینٹیں بکھری ہوئی ہیں۔ تو اُن میں کوئی طاقت نہیں۔ اگر آپس میں مل کر کھڑی ہو جائیں۔ تو مضبوط قلعہ بن جاتا ہے۔ بعینہٖ اسلام اپنے متبعین کو ایک رشتہ وحدت میں پروتا ہے۔ اور وہ رشتہ کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ کا ہے۔ ساری دنیا کے مسلمان چینی ہوں یا روسی۔ ہندوستانی ہوں یا جاپانی امریکی ہوں یا افریقی۔ ترکی ہوں یا عربی ان سب کا

۱۔ خدا ایک ہے۔ رحمٰن (عزاسمہٗ و جل مجدہٗ)
۲۔ رسول ایک ہے۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم)
۳۔ مذہب ایک ہے۔ اسلام
۴۔ دستور العمل ایک ہے۔ قرآن
۵۔ مرکز (سنٹر) ایک ہے۔ بیت اللہ الحرام

الحاصل

حاصل یہ ہے کہ سلام نے رنگ و روپ۔ نسل و قوم۔ وطن و ملت کے تمام امتیازات مٹا دیئے ہیں۔ کالے اور گورے۔ یہودی۔ نصرانی اور مجوسی سب کو اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (مومن آپس میں سب بھائی ہیں) اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ معزز تم میں سے سب سے زیادہ (اللہ سے) ڈرنے والا ہے کا سبق پڑھا دیا ہے۔ یہی وہ راز تھا۔ جس نے مٹھی بھر مسلمانوں کو دنیا کا سرتاج بنایا۔ اعداء (دشمنان) اسلام کو گرویدہ اسلام کر دکھایا۔ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ +

کفار کی ناکامی کا سبب

اعداء اسلام میں اصولاً بجائے وحدت کے انتشار ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ ناکامی و نامرادی ہونا چاہیئے۔ ان کے ہاں برہمن اور شودر کبھی مذہباً مل ہی نہیں سکتے۔ عیسائیوں میں اینگلو انڈین اور یورپین کا مرتبہ ایک نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ہندو آزادی کی صدا کرتے وقت مادر وطن کو نصب العین بناتے ہیں۔ تو جرمنی فقط جرمن کی آزادی کا خواہاں نظر آتا ہے۔ اور انگریز انگلینڈ کا دلدادہ دکھائی دیتا ہے۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ترجمہ:۔ تو ان (کافروں) کو آپس میں متحد خیال کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے دل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ان میں اختلاف اس لئے ہے۔ کہ یہ بیوقوف ہیں۔

اظہار افسوس

ہائے افسوس۔ صد افسوس آج دُنیا میں الٹا قصہ نظر آ رہا ہے۔ جن کی گھٹی میں وحدت تھی وُہ انتشار میں سرشار ہیں۔ اور جن کی ناکامی و نامرادی کا اعلان لوح محفوظ سے آچکا تھا وَ اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ؕ (سورہ انفال) ترجمہ:۔ اور یہ کہ اللہ تعالےٰ کو کافروں کی تدبیر کا کمزور

کرتا تھا۔ وہ آج سریر آرائی وحدت نظر آتے ہیں +

سچ تو یہ ہے کہ تام سے کام نہیں چلتا۔ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ و السّلام کا ارشاد ہے۔ اِنّ اللّٰہ یَنظُرُ اِلیٰ قُلُوبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ۔ ترجمہ:۔ بے شک اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور کاموں کو دیکھتا ہے۔ جب عموماً مسلمانوں نے رشتہ وحدت کو عملاً چھوڑا۔ اشاعت توحید اور اتباع سنت سے منہ موڑا۔ تب اللہ تعالےٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ اُن کے سروں سے اُٹھا لیا۔ عزت و رفعت برباد گئی۔ ذلت و نکبت چھا گئی وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (سورہ آل عمران) ترجمہ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنے آپ کو ضرر پہنچا رہے ہیں +

فدایان اسلام کے لیے مواعید الٰہی کا مشتے نمونہ از خروار

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ ترجمہ:۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے۔ تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے قدم جما دے گا +

(۲) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (سورہ عنکبوت رکوع ۷ پارہ ۲۱) ترجمہ:۔ اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم اُن کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھا دیں گے۔

(۳) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ رُسُلًا اِلٰی قَوْمِھِمْ فَجَآءُوْھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (سورہ روم رکوع ۵ پارہ ۲۱)

ترجمہ:۔ اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر اُن کی اُمتوں کے پاس بھیجے اور وہ اُن کے پاس دلائل لے کر آئے۔ سو ہم نے اُن لوگوں سے انتقام لیا۔ جو مرتکب جرائم ہوئے تھے۔ اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔

(۴) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا الآیۃ (سورہ نور رکوع ۷ پارہ ۱۸)

ترجمہ:۔ (اے مجموعہ امت) تم میں جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالےٰ وعدہ فرماتا ہے۔ کہ اُن کو (اس اتباع کی برکت سے) زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا ان سے پہلے (اہل ہدایت) لوگوں کو حکومت دی تھی۔ اور جس دین کو (اللہ تعالےٰ نے) اُن کے لیے پسند کیا ہے (یعنی اسلام) اُس کو اُن کے (نفع آخرت کے) لیے قوت دے گا۔ اور اُن کے اس خوف کے بعد اس کو مبدل بہ امن کر دے گا۔ بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں۔ (اور) میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں +

(۵) وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (سورہ منافقون پارہ ۲۸)

ترجمہ:۔ اور اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اُس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) اور لیکن منافقین نہیں جانتے +

(۶) وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ (سورہ آل عمران پارہ ۴) ترجمہ:۔ اور (آخر کو) غالب تم ہی رہو گے۔ اگر تم پورے مومن رہے۔

(۷) ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ (سورہ محمد پارہ ۲۶)

ترجمہ:۔ یہ اس سبب سے ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کا کارساز ہے۔ اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں +

(۸) وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ (سورہ مائدہ پارہ ۶)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا۔ اور اُس کے رسول سے اور ایمان دار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے +

آخری عرضداشت اگر آج بھی مسلمان بھولے ہوئے سبق وحدت کو پھر یاد کر لیں۔ حصول رضاء الٰہی کی خاطر ہر قربانی کے لیے آمادہ ہو جائیں۔ تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام اِن کی پشت پناہی کے لیے ہر میدان میں اترنے پر تیار ہے۔ اُن کی ذلت کو عزت، پستی کو سرفرازی سے بدلنے کے لیے حاضر ہے مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا (سورہ نساء پارہ ۵)

ترجمہ:۔ اگر تم شکر گزار بن جاؤ اور اللہ تعالےٰ کی باتوں کو مان جاؤ۔ تو اُسے تمہارے عذاب دینے کی کیا ضرورت ہے اللہ تعالےٰ قدردان جاننے والا ہے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحب وترضیٰ واجعل آخرتنا خیرًا من الاولیٰ آمین یا الٰہ العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہٖ اجمعین +

اطاعت و فرمانبرداری کی ایک تابندہ مثال!

مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی جامع مسجد حضرو

اللہ تعالیٰ نے آخری اور دائمی دستور حیات میں جہاں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کو نسل انسانی کے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (الاحزاب آیت ۲۱) وہاں انبیا سابقین میں سے جد الانبیاء حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کو بھی اسوۂ حسنہ کے طور پر پیش فرمایا ہے۔ قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ (ممتحنہ آیت ۴) اور لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْھِمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (ممتحنہ آیت ۶) اس کا سبب یہ ہے کہ جس طرح محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہی قوم اور معاشرے سے ایک صبر آزما جنگ لڑنی پڑی اس طرح حضرت خلیل علیہ السلام کو بھی اپنے ہی ماحول سے نبرد آزما ہونا پڑا اور ان ہر دو قدسی صفات بزرگوں نے

اپنے اپنے وقت میں جس استقامت وپامردی کا مظاہرہ کیا اس پر انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

حضرت نبی آخر الزمان علیہ التحیۃ والسلام کے متعلق حضرت مولینا شبیر احمد عثمانی راقم ہیں «یعنی پیغمبر کو دیکھو، ان سختیوں میں کیا استقلال رکھتے ہیں، حالانکہ سب سے زیادہ اندیشہ اور فکر ان ہی پر ہے مگر مجال ہے کہ پائے استقامت ذرا جنبش کھا جائے جو لوگ اللہ سے ملنے اور آخرت کا ثواب حاصل کرنے کی امید رکھتے ہیں اور کثرت سے خدا کو یاد کرتے ہیں ان کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات منبع برکات بہترین نمونہ ہے چاہیے کہ ہر معاملہ، ہر ایک حرکت وسکون اور نشست وبرخاست میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اور ہمت واستقلال وغیرہ میں ان کی چال سیکھیں» اور حضرت علامہ عثمانی رح ہی سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں۔

«یعنی تم مسلمانوں کو یا بالفاظ دیگر ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے ملنے اور آخرت کے قائم ہونے کے امیدوار ہیں، ابراہیم اور اس کے رفقاء کی چال اختیار کرنی چاہیے» (فوائد از حضرت علامہ مرحوم بر ترجمہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ) گویا خدا سے ملنے اور آخرت کی امید رکھنے والوں کے لئے جناب حضرت ابراہیم ومحمد علیہما السلام کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ قربانی چونکہ سنت ابراہیمی ہے جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا مَا هٰذِهِ الاضاحی؟ تو آپ نے فرمایا سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرَاهِیْمَ علیہ السلام۔ (احمد، ابن ماجہ، مشکوٰۃ ص ۱۲۱) اس لئے صحبت امروزہ میں اسی کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ البتہ ابتدا حضرت خلیل علیہ السلام کی زندگی کی مختصر نقشہ کشی کی جاتی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ماحول بالکل کافرانہ تھا۔ بت پرستی اور خدا فراموشی کی لعنتیں جس طرح اس ماحول میں سرایت کئے ہوئے تھیں اس کی نظیر دوسری جگہ سے مشکل ہی ملے گی بادشاہ وقت مدعی ربوبیت تھا اور قوم اس کے آستانہ پر سجدہ ریز!

قدرت نے ابراہیم علیہ السلام کو جوانی سے بھی پہلے بچپن ہی میں جو سیدھی راہ دکھائی اس کی وجہ سے آپ نے معاشرے میں پھیلی ہوئی گندگیوں کے خلاف زبردست آواز بلند کی اور نتائج کی قطعاً پروا نہ کی۔ صنم خانہ نمرودی میں رکھے ہوئے بتوں کو پاش پاش کیا اور جب آپ سے برسر مجمع جواب طلبی ہوئی تو فرمایا بَلْ فَعَلَهٗ كَبِیْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا یَنْطِقُوْنَ (نہیں یہ ان کے اس بڑے نے کیا ہے اس لئے ان سے پوچھ لو اگر وہ بولتے ہیں۔) یہ کہہ کر آپ نے صنادید کفر کو محو حیرت بنا دیا وہ لوگ بغلیں جھانکنے لگے اور بڑی مشکل سے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰؤُلَاءِ یَنْطِقُوْنَ (تو تو جانتا ہے کہ یہ بولتے نہیں۔ دراصل آپ سے یہی بات کہلوانا چاہتے تھے آپ کو اس جواب سے موقعہ ملا تو فرمایا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (بیزار ہوں میں تم سے اور جنہیں تم پوجتے ہو اللہ کے سوا کیا تمہیں سمجھ نہیں!)

ابراہیم علیہ السلام کے نعرے کی تاب نہ لاکر اقتدار نے جھنجھلاہٹ میں آپ کو جلا ڈالنے کا پروگرام بنایا۔ لیکن خالقِ نار نے بَرْدًا وَّسَلٰمًا فرماکر اس آگ کو اپنے پیارے دوست کے لیے باغ ارم بنا دیا۔ دربارِ نمرودی میں محفلِ مناظرہ جمتی ہے۔ نمرود نے اَنَا اُحْیٖ وَاُمِیْتُ (میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں) کہہ کر اپنے رب ہونے کا دعویٰ کیا، تو ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ کم بخت کا دماغ چل گیا ہے اسے اس طریق سے جواب دو کہ پھر بولنے کی سکت نہ رہے۔ چنانچہ فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (میرا رب سورج کو مشرق سے لاتا ہے، تو مغرب سے لے آ) فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ (کافر مبہوت رہ گیا۔) بت پرستی اور شاہ پرستی کے علاوہ تیسرا مرض کواکب پرستی تھی، جس میں یہ قوم مبتلا تھی۔ خالقِ ارض وسما نے ابراہیم علیہ السلام کو علویات کے عجیب وغریب اور محکم نظام ترکیبی پر مطلع کیا تاکہ ایک طرف تو وہ خود حق الیقین کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہو سکیں تو دوسری طرف قوم کو بھی انہی کی زبان میں سمجھا دیں تاکہ وہ بندگانِ نفس اصلیت سے آگاہ ہو جائیں۔ آپ نے ستاروں کے متعلق هٰذَا رَبِّیْ (یہ میرا پروردگار ہے فرمایا، لیکن جونہی وہ عارضی روشنی ماند پڑی تو لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا) فرما کر انہیں بتا دیا کہ اس قسم کی چیزیں «خدا» بننے کی صلاحیت نہیں رکھتیں۔ پھر قمر بازغ چمکدار چاند کو دیکھ کر هٰذَا رَبِّیْ فرمایا لیکن جونہی وہ بے نور ہوا فرما دیا کہ «اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ فرماتا تو میں بھی گمراہ قوم میں ہوتا»!

اب «نیرِ تاباں» کی باری آئی۔ اس کی چمک دمک کو دیکھ کر فرمایا کہ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَاۤ اَكْبَرُ (تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے کیونکہ یہ بڑا ہے) لیکن وہ روشنی کب تک رہتی آخر ختم ہوئی تو فرمایا «اے قوم میں تمہارے مشرکانہ افعال واعمال سے بری ہوں» اور میرا عقیدہ سن لو۔ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (ترجمہ) میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا منہ اسی کی طرف پھیر لیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ہیں اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں۔ گھر کا ماحول انتہائی ناگفتہ بہ ہے آپ اپنے والد سے فرماتے ہیں کہ ایسی مورتیوں کو کیوں پوجتے ہو جو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتیں اور نہ کسی کام آسکتی ہیں۔ آپ میری راہ چلیں تاکہ میں آپ کو سیدھی راہ دکھاؤں شیطان کو مت پوجیے کہ وہ رحمان کا نافرمان ہے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ رحمان کی طرف سے آپ پر کوئی آفت نہ آجائے۔ یہ زریں نصائح اثر انداز تو کیا ہوتیں باپ کہنے لگا: باز نہیں آتے تو سنگسار کر دوں گا۔ آپ سمجھے یہ بھی زمینِ شور ہے اور ہجرت کی راہ اختیار کی۔ بڑھاپے میں ہزار دعاؤں کے بعد بیٹا ملا تو حکم ہوا اسے وَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (بے گیاہ زمین) میں چھوڑ آؤ۔ ؎

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

کے مصداق فوراً عمل پیرا ہوئے۔ اور ساتھ ہی دعا کی: فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْۤ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (سورہ ابراہیم) ترجمہ: سو رکھ بعض لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف اور روزی دے انہیں میووں سے (شیخ الہند قدس سرہ) قدرت

نے اپنے پیارے خلیل کی دعا کو جس طرح شرفِ قبولیت سے نوازا - اس سے ایک زمانہ آگاہ ہے +

اب اسی بیٹے کے ساتھ مل کر بیت اللہ کی تعمیر کا حکم ہوا - آپ تعمیل ارشاد میں فوراً منہمک ہو گئے - وہ منظر کتنا پُر کیف ہو گا جب خدا کے دو معصوم بندے اپنے معصوم ہاتھوں سے خدا کے گھر کی دیواریں کھڑی کرتے ہوئے تَقَبَّلْ مِنَّا کی عرضداشت گھر کے مالک کے حضور پیش کر رہے ہیں - اس موقع پر مزید دعا کی کہ اے اللہ " ہمیں اپنا حکم بردار کر اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار رہے اور بتا ہم کو دستور حج کرنے کے " مولا نے سب دعائیں قبول کیں - چنانچہ امت محمدیہ کی صورت میں امت مسلمہ کی دُعا بھی قبول ہوئی -

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ (الحج) اور مناسک حج صرف سکھائے نہیں بلکہ فرمایا اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ (الحج) (حج کا اعلان کر دو لوگوں میں) چنانچہ صدا لگائی تو قیامت تک آنے والی ہر روح نے اُسے سنا جس نے قیامت تک اس گھر کی زیارت کرنی تھی - نیز اللہ سے ایک عظیم الشان رسول کے مبعوث ہونے کی دُعا مانگی تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں اس کا ثمر سامنے آیا

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل و نوید مسیحا

اب سخت ترین امتحان و ابتلاء کا وقت آیا - جب باپ نے بیٹے کے سامنے اپنا خواب بیان فرما کر اس سے پوچھا کہ اللہ میاں تمہاری قربانی طلب کرتے ہیں تمہارا کیا خیال ہے؟ سعادت مند بیٹے نے جواباً کہا : يَا اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (ابا جان! مالک کا حکم ہے کر ڈالیے) ایسے کام میں مشورہ کی ضرورت نہیں - امرِ الٰہی کے امتثال میں شفقت پدری مانع نہ ہونی چاہیے - رہا میرا معاملہ تو سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ - (انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے) +

اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ذرا اسمٰعیل کو تیار کر دو - جب تیاری ہو گئی تو باپ بیٹا چل دیئے - جونہی باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا - چھری سنبھالی تو مالک ارض و سماء کی طرف سے ارشاد ہوا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا - (تو نے خواب سچ کر دکھایا) - چونکہ تو نے اس امتحان میں استقامت و پامردی کا عظیم مظاہرہ کیا ہے - اب ہم تجھے اتنا نوازیں گے کہ دنیا محو حیرت رہ جائے گی - تورات کے سفر تکوین باب ۲۲ آیت ۱۵ میں ہے کہ جب فرشتے نے آپ کو ہاتھ روکنے کا کہا تو مزید کہا کہ " خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا ، میں تجھ کو برکت دوں گا اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل بحر کی ریتی کی طرح پھیلا دونگا "

اللہ میاں کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ فرمایا: تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِی الْاٰخِرِيْنَ - (یہ بات آئندہ انسانی معاشروں پر جاری کر دی گئی) اور اسی ترکہ کے متعلق سنتہ ابیکم ابراھیم فرمایا گیا - یہاں سرسری طور پر ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمالیں کہ قربانی کس کی ہوئی -

یورپی صلیبی اقوام نے پورا زور صرف کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس واقعہ کے مصداق حضرت اسحٰق علیہ السلام ہیں - حالانکہ اصل مصداق سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام ہیں - اس لیے کہ ہجرت کے وقت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی صالح اولاد کی - کیونکہ سب کچھ تو چھوٹ چکا اب صالح اولاد دے جو میرے دینی کام میں معین و مددگار ہو - اللہ نے اس دُعا کو قبول فرما کر غُلَامٍ حَلِيْمٍ کی بشارت دی - یہی غلام حلیم جب دوڑنے کے قابل ہوا تو اس کی قربانی طلب کی گئی - اور موجودہ تورات اس پر شاہد ہے کہ دُعا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے صاحبزادے اسمٰعیل علیہ السلام ہیں - اسمٰعیل کا معنی ہی یہ ہے : "خدا نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا سُن لی۔ چنانچہ یہ نام سمع بمعنی سننا اور ایل بمعنی خدا سے مرکب ہے - اور بعد از واقعہ ذبح اسحٰق علیہ السلام کا ذکر ہے۔ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا (الآیہ) - اس سے معلوم ہوا کہ غلام حلیم اسحٰق کے سوا کوئی دوسرا ہے - موجودہ تورات کے مطابق قربانی کی جگہ مورا یا مریا ہے - جس کے متعلق یار لوگ دور از کار تاویلات سے کام لے کر کچھ کا کچھ بنانے کی کوشش کرتے ہیں - مگر سیدھی اور بے تکلف بات یہ ہے کہ وہ جگہ مروہ ہے جو متصل کعبہ ہے - مؤطا امام مالکؒ کی روایت کے مطابق نبی علیہ السلام نے مروہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ قربان گاہ ہے - اور قرآن میں هَدْيًا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اور ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ سے بھی قرب کعبہ ظاہر ہے - نیز تورات میں تصریح ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنے " اکلوتے بیٹے " کے ذبح کا حکم ہوا تھا اور یہ بھی مسلم ہے کہ اسمٰعیل ہی عمر میں بڑے ہیں تو اسمٰعیل کا اکلوتا ہونا مسلم ہے - پس قربانی لامحالہ اسمٰعیل کی ہوئی علیہ السلام +

نیز یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اولاد کی دعا کے جواب میں غلام حلیم کا لفظ ہے اور اسحٰق کی بشارت میں غلام علیم کا لفظ استعمال ہوا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو بھی سورۂ ہود میں حلیم کہا گیا ہے - گویا ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کے سوا حلیم کا لفظ کسی کے لیے استعمال نہیں ہوا - اور حلیم و صابر کا لفظ قریب المفہوم ہے - جسے خدا نے حلیم کہا اس نے اپنے متعلق صابر کہا (من الصابرین) اور اسمٰعیل کو صادق الوعد اس لیے کہا گیا کہ انہوں نے ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین کا وعدہ سچ کر دکھایا - بہر حال حلیم و صابر کی اس نفس بحث سے بھی ثابت ہوا کہ ذبیح اسمٰعیل ہیں علیہ السلام (فوائد مولانا عثمانیؒ) +

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا (الحج) کے قرآنی ارشاد کے پیش نظر اور تاریخ عالم کے مطابق قربانی کا حکم ہر امت میں موجود رہا - البتہ صورتیں مختلف تھیں - ابراہیم علیہ السلام نے اطاعت و وفاداری کا جو

عظیم الشان مظاہرہ کیا۔ اسے دوام نصیب ہوا اور جس امت مسلمہ کے لیے انہوں نے دعا مانگی تھی۔ اُسے ورثہ میں وہی صورت نصیب ہوئی۔ جس کے متعلق نبی علیہ السلام نے سنۃ ابیکم ابراھیم (علیہ السلام) فرمایا۔ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اطاعت و انقیاد کی جو مثال قائم کی خدا اُسے فَلَمَّآ اَسْلَمَا سے تعبیر فرمایا اور ملتِ مسلمہ انہی جذبات سے راہ خدا میں قربانی پیش کرے تو عند اللہ اس کی محبوبیت کا جو مقام ہے وہ بقول نبی کریم علیہ السلام یہ ہے۔ مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ (ترمذی عن عائشہؓ) کہ اس دن میں خدا کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ محبوب کوئی بھی عمل نہیں اور اس مخلصانہ عمل کی اصل قدر و قیمت قیامت کے دن سامنے آئے گی جب سینگ، بال اور کھریاں تک اللہ کے حضور پیش ہو کر اخلاص کی گواہی دیں گے

مخلصانہ جذبات کی قدردانی کا اندازہ فرمائیں کہ زمین پر خون بعد میں گرتا ہے مقام قبولیت میں پہلے پہنچ جاتا ہے۔ وَ اِنَّ الدَّمَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰہِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ (ترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا) اس لیے حضور علیہ السلام نے اس نیک عمل کے ذریعہ پاکیزگی نفس کی تلقین فرمائی فطیبوا بھا نفسا (الحدیث) اور اگر محض نمائش ہے یا گوشت کھانا مقصود ہے تو پھر الامان۔ خدا کی کتنی سخت وعید ہے: لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ (سورہ الحج)

گویا یہاں بھی صاف اعلان ہے کہ مالک کو محض "دل کا ادب" مطلوب ہے باقی کچھ نہیں۔ اگر "دل کا ادب" ہے تو پھر یہ قربانی کتنی مبارک ہے کہ اس کا ہر بال نیکی کا سبب ہے: بکل شعرۃ حسنہ و بکل شعرۃ من الصوف حسنہ (احمد عن زیدؓ)۔ قربانی کے مسائل سے یہاں بحث نہیں۔ اس کے لیے علماء سے رجوع فرمائیں۔ ہاں اتنی بات عرض کردوں کہ شرکاء قربانی میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جس کے متعلق کہنا پڑے۔

ع ہم تو صنم ڈوبے ہیں تجھے بھی لے ڈوبیں گے،

نیز کھالیں ان اداروں یا اشخاص کو دیں جن کے متعلق یقین ہو کہ صحیح طریق پر خرچ ہوں گی۔ اور ذبح اپنے ہاتھ سے زیادہ مبارک ہے۔ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع میں ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے قربان کیے۔ ہر اونٹ خود خدمت اقدس میں پیش ہو کر گردن ڈال دیتا: ؎

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ برکف
بہ امید روز آں کہ بہ شکار خواہی آمد

مصائب و آلام کی زندگی کو بہ توفیق الٰہی کامیابی سے گذارنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مالک الملک نے ابراہیم علیہ السلام کو "امامتِ انسانیت" کے منصب جلیلہ سے سرفراز فرمایا۔ آج کی دکھی انسانیت بالخصوص ملت ابراہیمی امت محمدیہ اپنے "باپ ابراہیم" کی زندگی سے سبق حاصل کر کے جہاں اپنی دنیا سنوار سکتی ہے وہاں اخروی زندگی میں عیش دوام بھی حاصل کر سکتی ہے۔

آج بر خود غلط قسم کے لوگ امامت (اقتدار) کو بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خدائی قوانین سے سرکشی اختیار کر کے جو اقتدار نصیب ہوگا وہ بقول مولینا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ ڈھلتا سایہ ہے۔ کیونکہ خدا تمکین فی الارض کے لیے ایمان و اعمال صالحہ کی قید لگا چکے ہیں۔ اور وہی لوگ ہوتے ہیں جو تخت شاہی پر متمکن ہو کر بھی "ولی اللہ" ہوتے ہیں اور خدا کی مدد و نصرت ان کے ساتھ ہوتی ہے +

خدا ہمیں خلیل و محمد علیہما السلام کی سچی پیروی نصیب فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قربانی۔

ماہ ذی الحجہ
حج و عمرہ
مساجد متبرکہ
اور مدینہ منورہ
کی فضیلت
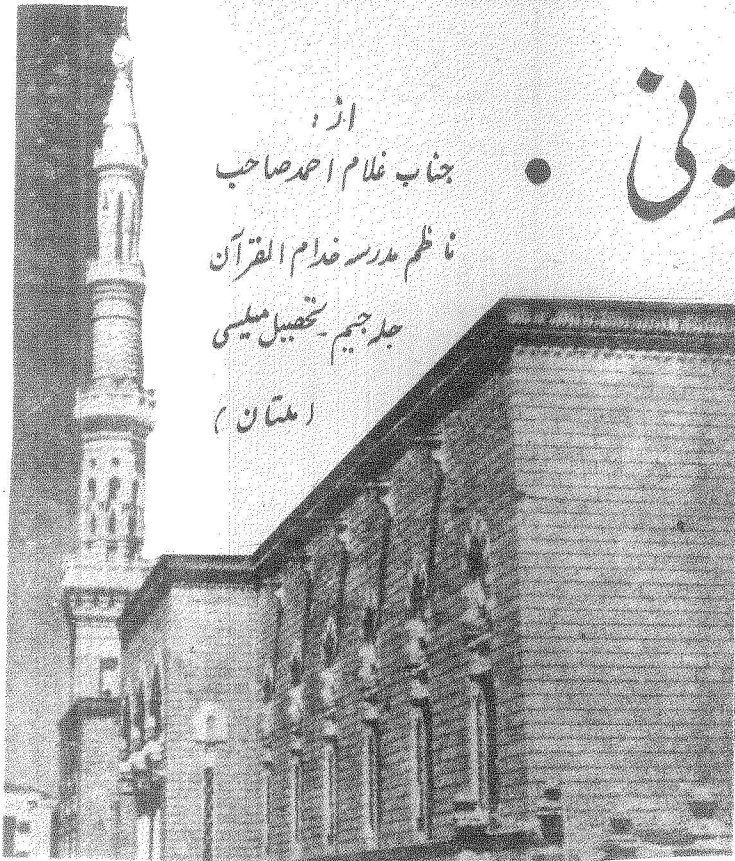
از:
جناب غلام احمد صاحب
ناظم مدرسہ خدام القرآن
جلا جیم۔ تحصیل میلسی
(ملتان)

۱۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو **قربانی:**۔ خدا کے نزدیک تمام اعمال سے بہتر قربانی کا خون بہانا ہے۔ یہ قربانی قیامت کے دن اپنے بالوں اور کھروں وغیرہ کے ساتھ آئے گی۔ یہ نہایت ہی خوش ہونے کی بات ہے کہ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر دیا جاتا جاتا ہے۔ (ترمذی)

۲۔ قربانی کے ہر بال پر ایک نیکی ملتی ہے۔ (ترمذی)

۳۔ اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس آکر کھڑی ہو جا۔ اس کا جو قطرہ زمین پر گرے گا، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ تیرے تمام پچھلے گناہ بخش دے گا۔ حضرت بتولؓ نے دریافت کیا یہ بشارت صرف میرے لیے ہے یا تمام اُمت کے لیے؟ فرمایا ہمارے لیے بھی اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی یہی بشارت ہے (بزاز)
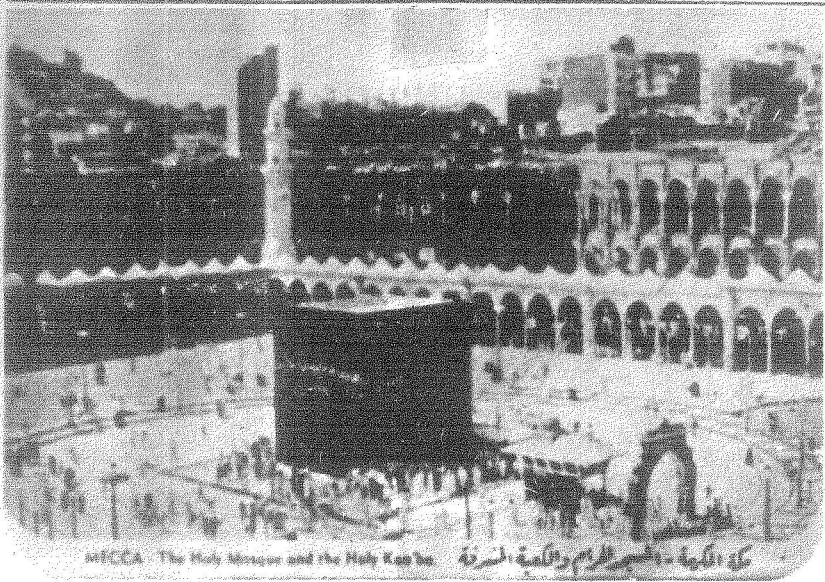
۴۔ قربانی میں بہتر قربانی بکری کی ہوتی ہے۔ (ابوداؤد و بطولہ)

بعض روایتوں میں مینڈھے کی قربانی کو افضل بتایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مقدرت ہو تو بکرے۔ بکری۔ مینڈھے۔ دنبے اور بھیڑ کی قربانی کرے۔ اگر مقدرت نہ ہو تو گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ میں شریک ہو جائے۔

ذی الحجہ کے دس دن

۵۔ ذی الحج کے دس دن میں نیک اعمال اللہ تعالیٰ کو اتنے پسند

ہیں، کہ ان دنوں کے برابر دوسرے دنوں کا مرتبہ نہیں ہے۔ کسی نے عرض کیا، اگر اس عشرہ کے علاوہ دوسرے دنوں میں کوئی شخص جہاد کرے؟ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا اس دن کے نیک اعمال کا مقابلہ دوسرے دنوں کا جہاد بھی نہیں کرسکتا لیکن اگر کوئی جہاد میں اپنی جان و مال سے کر جائے اور میدان جہاد میں دونوں چیزیں صرف ہو جائیں، تو یہ جہاد بے شک اس عشرے کے اعمال سے افضل ہو سکتا ہے (بخاری، طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ ماہ ذی الحج کے پہلے دس دن میں نیک اعمال کا ثواب بہت زیادہ ہے۔ دوسرے دنوں کے اعمال ان دس دن کے ثواب میں مقابلہ نہیں کر سکتے بجز ایک صورت کے کوئی شخص جہاد فی سبیل اللہ کرے اور میدان میں اپنی جان قربان کردے تو یہ عمل ان اعمال سے بڑھ سکتا ہے۔

۶۔ کوئی ایسا نہیں جس میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک عمل صالح زیادہ معظم اور محبوب ہو۔ ان ایام عشرہ سے تم ان دنوں میں سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ، کثرت سے پڑھا کرو۔ (طبرانی)

۷۔ ذی الحج کے پہلے عشرہ میں ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو انتہائی محبوب ہے۔ ان دس دن میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہر رات کا قیام لیلۃ القدر کے قیام کے برابر ہے۔ (ترمذی)

۸۔ زمانۂ رسالت میں عام طور سے یہ خیال کیا جاتا تھا، کہ اس عشرہ کا ہر دن ہزار دنوں کے برابر ہے۔ اور عرفہ کا تنہا دن فضیلت میں دس ہزار دنوں کے برابر ہے۔ (بیہقی)

حج اور عمرہ

۱۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کونسا عمل افضل ہے۔ فرمایا! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ سائل نے دریافت کیا: پھر کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، سائل نے کہا: پھر کونسا عمل افضل ہے؟ حضرت رسول اکرم صلعم نے فرمایا حج مبرور (مقبول) (بخاری ومسلم)

۲۔ جس نے حج کیا اور حج میں کوئی بات فسق نہ کی اور نہ فحش کلام کیا، وہ حج سے ایسا پاک و صاف ہوکر لوٹتا ہے، گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے (بخاری ومسلم)

۳۔ ایک عمرے سے دوسرے عمرے تک کے درمیانی تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ حج مبرور کی جزا جنت ہے۔ (بخاری ومسلم)

جس نے کعبہ کا پچاس بار طواف کرلیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہے

(ترمذی)

MECCA. The Holy Mosque and the Holy Kaaba. مكة المكرمة - المسجد الحرام والكعبة المشرفة

۴۔ حج مبرور وہ ہے، جس میں کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ بعض اہل علم نے فرمایا ہے۔ حج مبرور وہ ہے جس میں لوگوں کو کھانا کھلائے اچھی بات کہے، لوگوں کو کثرت سے سلام کہے

۵۔ اسلام لانے سے ماقبل کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ دارالکفر سے دارالسلام کی طرف ہجرت کرنا تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اسی طرح حج کرنے سے ماقبل کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں (مسلم بطور)

۶۔ سب سے بہترین عمل تو ایمان لانا ہے۔ اس کے بعد ہجرت اور جہاد۔ پھر دو عمل ایسے ہیں کہ فضیلت میں ان سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے۔ ایک حج مقبول دوسرا عمرۂ مقبول (احمد)

۷۔ حج اور عمرے کو ملاؤ۔ یہ دونوں فقر اور ذنوب کو دُور کرتے ہیں۔ یہ یہ دونوں انسان کو فقر اور گناہوں سے اس طرح پاک کر دیتے ہیں جس طرح آگ کی بھٹی سونے، چاندی اور لوہے کے میل کچیل کو دُور کر دیتی ہے۔ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ (ترمذی)

۔ حج اور عمرے کو ملانے کا مطلب یہ ہے کہ قران کرے یعنی دونوں کو ایک ہی احرام سے ادا کرے (ترمذی)

۸۔ حاجی کے اونٹ کا ہر قدم ایک گناہ مٹاتا ہے۔ ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ اونٹ کے ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ (ابن حبان)

۹۔ حضرت ابنؓ عباسؓ نے بیماری کی حالت میں اپنی اولاد کے سامنے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سُنا ہے کہ جس نے مکہ معظمہ سے پاپیادہ حج کیا۔ اُس کے ہر قدم پر سات سَو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ واپس مکہ آجائے اور ہر نیکی حرم کی نیکی کے برابر ہوتی ہے۔ حضرت ابنؓ عباسؓ سے ان کی اولاد نے پوچھا حرم کی نیکی کیا ہے؟ فرمایا ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر + (ابن خزیمہ)

مطلب یہ ہے کہ حاجی اپنے مکان پر سے تو سواری ہی میں جائے لیکن مکہ معظمہ سے منیٰ اور عرفات پیدل کرنا افضل ہے۔ جائے بھی پیدل اور واپس آئے بھی پیدل۔

۱۰۔ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں۔ اللہ نے انہیں بُلایا تھا۔ چنانچہ وہ آئے۔ انہوں نے اللہ سے جو مانگا اللہ تعالےٰ نے وہی انہیں دیا (بزاز)

۱۱۔ حاجی کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جس کے لیے وہ مغفرت طلب کرے اُس کی بھی بخشش کر دی جاتی ہے۔ (بزاز)

۱۲۔ حضور نے حاجیوں کے لیے دعا فرمائی ہے۔ الٰہی! حج کرنے والوں کو بخشش دے اور جس کے لیے حاجی مغفرت طلب کرے اُسے بھی بخشش دے + (ابن خزیمہ)

۱۳۔ جو حاجی حج کے ارادے سے نکلا اور مرگیا تو قیامت تک عمرے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ جو جہاد کے قصد سے نکلا اور مرگیا تو قیامت تک غازی کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ (ابو یعلیٰ)

۱۴۔ ایک شخص عرفات میں اپنی سواری پر حضور کے پاس ہی کھڑا تھا۔ دفعتہً سواری پر سے گرا اور مرگیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اسے غسل دے کر احرام ہی میں دفن کر دو۔ یہ قیامت میں تلبیہ پڑھتا ہوا اُٹھے گا۔ اس کا منہ اور سر نہ ڈھانکو۔ (بخاری مسلم)

۱۵۔ نبی اکرم صلعم کا ارشاد ہے۔ جس نے رمضان میں عمرہ کیا اُسے ایسا ثواب ملتا ہے۔ جیسے اُس نے میرے ساتھ حج کیا ہے۔ (ابوداؤد)

۱۶۔ حج میں مال خرچ کرنا جہاد میں خرچ کرنے سے سات سَو حصے ثواب میں

زائد ہے۔ (احمد)

۱۷۔ رمضان کا عُمرہ حج کے برابر ہے (بخاری)

۱۸۔ کسی نے دریافت کیا کہ حاجی کون ہے؟ فرمایا جس کے بال پریشان ہوں اور میلا کچیلا یعنی غربت و مسکنت ظاہر ہوتی ہو۔ پھر سائل نے دریافت کیا کون سا حج افضل ہے؟ فرمایا جس میں قربانی کی جائے۔ اور خوب تلبیہ پڑھا جائے (ابن ماجہ)

مطلب یہ ہے کہ حج میں اپنی ذلّت اور عاجزی کا پورا مظاہرہ کیا جائے۔

۱۹۔ جس نے بیت المقدس سے عمرے کا احرام باندھا اور وہاں سے احرام باندھ کر مکہ معظمہ آیا، بخشا گیا + (ابن ماجہ)

۲۰۔ ایک شخص نے عرض کیا حضور میں کمزور بھی ہوں اور بزدل بھی۔ فرمایا تو نے ایسا جہاد کیا جس میں کانٹا بھی نہ لگے۔ اس نے عرض کیا ایسا جہاد کون سا ہے جس میں تکلیف نہ پہنچے؟ فرمایا حج کیا کر + (طبرانی)

مطلب یہ ہے کہ حج کا ثواب بھی مثل جہاد کے ہے۔ جو جنگ اور قتال سے ڈرتا ہو وہ حج ہی کر لے تو جہاد کا سا ثواب مل جائے گا۔

حج کے اَعمال و اَفعال وغیرہ

۱۔ تَلبیہ (لَبَّیکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیکَ پورا پڑھنا) پڑھنے والے تکبیر کہنے والے جنتی ہیں۔ جب کوئی بندہ حج میں تلبیہ پڑھتا ہے اور تکبیر کہتا ہے تو اسے بشارت دی جاتی ہے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ بشارت جنت کی ہوتی ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں جنّت کی۔ (طبرانی)

۲۔ جو شخص تلبیہ پڑھتا ہے۔ اُس کے دائیں بائیں جو چیزیں ہوتی ہیں، وہ بھی تلبیہ ادا کرتی ہیں + (ترمذی)

مطلب یہ ہے، کہ تلبیہ کی آواز سے خدا کی تمام مخلوق متاثر ہوتی ہے۔

۳۔ حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو مَس کرنا خطاؤں کے لیے کفارہ ہے (ترمذی)

۴۔ جس شخص نے ایک ہفتہ تک طواف کیا اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، تو اسے غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہوتا ہے۔ ہر قدم اور رکھنے پر دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ دس گناہ معاف کیے جاتے ہیں اور دس درجے بلند کیے جاتے ہیں۔ (احمد)

۵۔ خدا تعالٰے ہر روز حجاج کے لیے ایک سو بیس رحمتیں نازل کرتا ہے۔ اُن میں ساٹھ طواف کرنے والوں کے لیے چالیس نماز پڑھنے والوں کے لیے اور بیس اُن کے لیے جو صرف مکہ معظمہ کو دیکھتے رہتے ہیں (بیہقی)

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی تینوں کام کرے، طواف بھی کرے، نماز بھی پڑھے اور خانہ کعبہ کو دیکھتا بھی رہے، تو وہ تمام رحمتوں کا مستحق ہوگا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوُا کہ حاجیوں کے لیے نماز سے طواف افضل ہے طائفین کو ساٹھ رحمتیں عطا کی جاتی ہیں۔

۶۔ طواف بھی مثل نماز کے ہے۔ اگر طواف میں کوئی بات کہو تو خیر کی بات کہا کرو۔ (ترمذی)

۷۔ جس نے کعبہ کا پچاس بار طواف کر لیا وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہوگیا جیسے اس کی ماں نے اُسے آج ہی جنا ہے (ترمذی)

۸۔ حجرِ اسود قیامت میں اُن لوگوں کے لیے گواہ ہوگا، جنہوں نے اسے حق اور خلوص کے ساتھ بوسہ دیا اور ہاتھ لگایا۔ (ترمذی)

۹۔ جو اس گھر میں داخل ہوُا وہ نیکیوں میں داخل ہوُا اور جو اس گھر سے نکلا وہ گناہوں سے پاک ہو کر نکلا (ابن خزیمہ) (یعنی بیت اللہ میں داخل ہونا)

۱۰۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیا اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا، تو اس پر منہ رکھ کر بہت دیر تک روتے رہے۔ حضرت عمرؓ نے حضور کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رو دیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اے عمرؓ یہ رونے ہی کی جگہ ہے (ابن خزیمہ)

۱۱۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عرفہ کا دن تمام دنوں سے بہتر ہے۔ اس دن اللہ تعالےٰ آسمان دنیا پر خاص طور پر متوجہ ہو کر فرشتوں کے سامنے حاجیوں کی حالت پر فخر کرتا ہے۔ فرشتوں سے ارشاد ہوتا ہے۔ دیکھو میرے بندے پریشان حال دھوپ میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ لوگ دُور دُور سے یہاں آئے ہیں مجھ سے میری رحمت کی امید و طلب انہیں یہاں لائی ہے۔ حالانکہ انہوں نے میرے عذاب کو نہیں دیکھا۔ اس فخر و مباہات کے بعد لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرانے کا حکم دیا جاتا ہے۔ عرفہ کے دن اس قدر لوگ بخشے جاتے ہیں، کہ اتنے کسی دن نہیں بخشے جاتے۔ (ابن حبان)

۱۳۔ شیطان عرفے کے دن خدا کی رحمت اور گنہ گاروں کی بخشش کو دیکھ کر نہایت ہی ذلیل اور پریشان ہوتا ہے۔ ایک دن وہ عرفے کے دن سے بھی زیادہ پریشان ہوُا تھا یعنی جب اُس نے حضرت جبرائیل

کو دیکھا تھا، کہ فرشتوں کو کفار سے لڑنے کے لیے تیار کر رہے تھے + (مالکؒ)

مطلب یہ ہے کہ یوم بدر میں تو شیطان بہت پریشان ہوُا تھا جب اس نے فرشتوں کا لشکر دیکھا تھا۔ تو اُسے کفار کی فتح سے مایوسی ہو گئی تھی۔ لیکن بدر کے علاوہ اگر اسے پریشانی اور ذلّت ہوتی ہے تو وہ عرفہ کا دن ہے۔ کیونکہ اس دن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ بیشمار رحمت کا معاملہ کرتا ہے اور یہ مغفرت اور رحمت اس بدبخت کے لیے سوہانِ روح ہوتی ہے۔

۱۴۔ عرفے کے دن جب خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، شیطان اور اس کا لشکر روتا اور چلاّتا پھرتا ہے۔ اور افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرتا ہے، کہ ہمارا تمام کیا دھرا آج خاک میں مل گیا۔ سال بھر ہم نے جو کچھ کیا تھا خدا کی رحمت و مغفرت نے آج کے دن سب برابر کر دیا۔ (طبرانی)

۱۵۔ جس نے عرفہ کے دن اپنی زبان کان اور آنکھوں کو قابو میں رکھا، ایک عرفے سے دوسرے عرفے تک کے تمام گناہ بخش دیے گئے + (ابو شیخ)

۱۶۔ ابو سعید خدریؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو کنکریاں ہم مارتے ہیں وہ کم ہو جاتی ہیں۔ فرمایا جو مقبول ہو جاتی ہیں وہ اُٹھا لی جاتی ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو تم ان کا ٹیلہ پہاڑوں کی طرح لگا ہوُا دیکھتے + (حاکم)

مطلب یہ کہ مقبول کنکریاں اُٹھا لی جاتی ہیں

ورنہ ان کا ڈھیر ایسا ہوتا کہ پہاڑ بن جاتا۔

۱۷۔ ایک انصاری سے فرمایا حج سے فارغ ہو کر جب تو سر منڈائے گا، تو تجھ کو ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی عطا ہوگی اور تیرا ایک گناہ معاف کر دیا جائے گا۔ (اصحاب السنن)

۱۸۔ آنحضرت صلعم نے سر منڈانے والوں اور بال کترانے والوں کے لیے دعائے مغفرت کی ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۹۔ روئے زمین کے تمام پانیوں سے بہتر زمزم کا پانی ہے۔ اِس پانی میں بھوکے کی غذا اور بیمار کی شفا ہے (ابن حبان بطولہ)

۲۰۔ زمزم کا پانی اُسی کام کے لیے ہے، جس کام کے لیے پیا جائے۔ اگر تو شفا کے لیے پیئے گا، تو شفا ہو گی اگر پیٹ بھرنے کے لیے پیئے گا، تو تیرا پیٹ بھر دیا جائے گا۔ تشنگی کو دفع کرنے کو پیے گا تو پیاس دور کر دی جائے گی۔ یہ جبرائیل کی ٹھوکر اور حضرت اسماعیل کی سبیل ہے۔ (دار قطنی)

۲۱۔ اگر کوئی زمزم کا پانی دشمن سے پناہ حاصل کرنے کے لیے پیے گا تو اسے پناہ دی جائے گی + (حاکم)

مساجدِ مخصوصہ کا ثواب

۱۔ عام مساجد کے مقابلہ میں میری مسجد کی نماز کا ثواب ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ مگر مسجد حرام کی نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے (احمد بن ماجہ)

۲۔ جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں ادا کیں اور کوئی نماز قضا نہیں کی، وہ نفاق اور دوزخ کے عذاب سے بری کر دیا گیا۔

۳۔ مسجد اقصیٰ اور میری مسجد ان دونوں کی نماز پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ مگر مسجد حرام کہ وہاں کی ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

۴۔ مسجد نبوی وہ مسجد ہے، جس کی بنیاد ہی تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے (مسلم)

۵۔ مسجد قبا کی نماز کا ثواب ایک عمرہ کرنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

یہ مسجد مشہور ہے اور مدینہ منورہ سے غالباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔

۶۔ جس شخص نے اپنے مکان پر اچھی طرح وضو کیا اور پھر مسجد قبا میں آ کر نماز ادا کی تو اسے ایک عمرے کے برابر ثواب عنایت کیا جاتا ہے۔ (نسائی۔ ابن ماجہ)

۷۔ مساجد میں سے صرف تین ہی مسجدیں ایسی ہیں جن کی زیارت کے لیے سفر کیا جا سکتا ہے۔ ایک مسجد حرام دوسری میری مسجد (یعنی مسجد نبوی) تیسرے مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس کی مسجد ۹ (صحاح)

مدینہ طیبہ اور ملک شام کی سکونت

۱۔ لوگوں کے لیے مدینے کی سکونت بہتر ہے اگر وہ سمجھ رکھتے ہوں اگر کوئی شخص مدینہ کو بے رغبتی کے ساتھ ترک کر دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ اُس سے بہتر کسی شخص کو بسا دیتا ہے۔ جو شخص مدینہ کی تکلیف اور تنگی پر صبر کرتا ہے، میں ایسے شخص کا قیامت کے دن میں شفیع اور شہید ہونگا۔ (مسلم بطولہ)

مطلب یہ ہے کہ میں ایسے شخص کے حق میں گواہی دونگا اور اُس کی شفاعت بھی کرونگا۔

۲۔ اگر کوئی مدینہ میں مر سکتا ہے تو اسے مدینہ ہی میں مرنا چاہیے۔ قیامت کے دن میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کرونگا۔ (ترمذی ابن حبان)

۳۔ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، گویا اُس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ جو مکہ یا مدینہ میں مر گیا۔ وہ قیامت میں عذاب سے بے خوف ہو کر اٹھے گا + (بیہقی)

بعض روایتوں میں شفاعت کے الفاظ ہیں۔ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس پر میری شفاعت واجب ہو گئی۔

۴۔ دجّال اور وبا مدینے میں داخل نہ ہوں گے + (طبرانی)

۵۔ اے اللہ! برکت دے مدینے کے پھلوں میں یا الٰہی برکت دے ہمارے پیمانوں میں یا الٰہی ابراہیم تیرے بندے اور خلیل تھے، میں بھی تیرا بندہ اور نبی ہوں۔ انہوں نے تجھ سے مکّہ کے لیے برکت کی دعا کی تھی۔ میں تجھ سے مدینہ کی برکت کے لیے دعا کرتا ہوں اور اُس سے دوچند دعا کرتا ہوں + (مسلم بطولہ)

۶۔ مدینہ اسلام کا قبّہ ہے، ایمان کا گھر ہے، ہجرت کی زمین ہے، حلال و حرام کی جگہ ہے۔

۷۔ مدینہ کی خاک شفا ہے۔ اور ہر ایک بیماری دور کرتی ہے۔ (رزین) بعض روایتوں میں جذام اور برص کے الفاظ آئے ہیں۔

۸۔ اُحد پہاڑ ہم سے محبّت کرتا ہے اور ہم اُس سے محبّت کرتے ہیں۔ میرے پاس ایک آنے والے نے آ کر کہا وادی عقیق میں آ کر نماز پڑھو۔ یہ وادی بابرکت ہے (ابن خزیمہ)

اعلان

۱۲ر فروری ۱۹۷۱ء کا شمارہ شائع نہیں ہوگا۔

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کی وجہ سے پریس اور دفتر بند رہیں گے اس لیے ہفت روزہ "خدام الدین" کا شمارہ مورخہ ۱۲ر فروری ۱۹۷۱ء شائع نہ ہو سکے گا۔— ایجنٹ حضرات اور قارئین کرام نوٹ فرمالیں۔ (ادارہ)

۹۔ یا اللہ! برکت دے ہمارے شام میں اور برکت دے ہمارے یمن میں (ترمذی بطولہ)

۱۰۔ وہ زمانہ قریب ہے، کہ تمہارا ایک لشکر شام میں ہوگا ایک عراق میں ہوگا اور ایک یمن میں ہوگا۔ ابن حوالہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میری زندگی میں یہ زمانہ آئے، تو میں کونسے لشکر کو اختیار کروں؟ فرمایا شام کو اختیار کر۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو پسند کیا ہے۔ شام میں خدا تعالیٰ کے نیک بندے آتے ہیں۔ اگر شام نہ جاؤ، تو پھر یمن کو اختیار کرنا وہاں کے تالابوں کا پانی پینا۔ اللہ تعالیٰ ملکِ شام اور وہاں کے بسنے والوں کا کفیل ہے۔ (ابوداؤد)

۱۱۔ مدینہ کی ہجرت کے بعد ایک اور بھی ہجرت ہوگی۔ اس نازک موقعہ پر وہ لوگ بہترین ہوں گے، جو لوگ حضرت ابراہیمؑ کی جائے ہجرت یعنی ملک شام کو اختیار کریں گے + (ابوداؤد)

۱۲۔ یاد رکھو فتنوں کے زمانے میں خالص ایمان شام میں ہوگا + (احمد)

۱۳۔ مَیں نے شب معراج میں فرشتوں کو دیکھا، کہ وہ ایک ستون کو اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں۔ میں نے کہا یہ ستون کیسا ہے؟ مجھے بتایا گیا، یہ کتاب اللہ کا علم ہے۔ ہم اسے ملکِ شام میں لیے جا رہے ہیں۔ حکم ہوا ہے۔ کہ اسے شام میں رکھ دیں۔ (طبرانی)

۱۴۔ میں کچھ سوتا تھا کچھ جاگ رہا تھا۔ اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ کتاب اللہ کا ستون میرے سرہانے سے اٹھا لیا گیا میں سمجھا کہ اللہ تعالیٰ زمین کے رہنے والوں سے علیحدہ ہو گیا! لیکن اُسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک چمکتا ہوا نور میرے سامنے ہے۔ اس نور کو ملک شام میں رکھ دیا گیا ہے۔ ابن حوالہ نے عرض کیا حضور میرے لیے کیا حکم ہے، فرمایا تو ملک شام میں رہ اور وہیں کی سکونت اختیار کر۔

۱۵۔ ملک شام خدا کا پسندیدہ ملک ہے۔ وہاں خدا کے برگزیدہ بندے آتے ہیں۔

ملک شام میں جو گیا وہ خدا کی رحمت میں گیا۔ جو وہاں سے نکلا وہ خدا کا غصہ لے کر نکلا (حاکم طبرانی)

۱۶۔ ملک شام کو مبارک ہو اس پر رحمان کے فرشتے اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ (ترمذی)

۱۷۔ آخر زمانے میں ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو گھیرے گی۔ لوگوں نے عرض کیا، اس موقع پر ہمارے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا ملکِ شام میں چلے جانا۔ (ترمذی)

۱۸۔ جنگِ عظیم اور فتنہ عظیمہ کے دور میں مسلمانوں کا خیمہ ایک ایسی جگہ ہوگا جس کا نام غوطہ ہے۔ اس غوطہ کے پاس ہی ایک ملک ہے جس کا نام دمشق ہے۔ یہ ملک اُس دن مسلمانوں کے لیے بہترین اُترنے کی جگہ ہوگا (حاکم)

ملکِ شام کی فضیلت میں بکثرت احادیث وارد ہیں۔ آخر زمانے میں یہ ملک اچھے بندوں کی جگہ ہوگا۔ قرآن میں لفظ بارکنا حولہ سے ملک شام ہی کی برکتوں کی جانب اشارہ ہے۔

حکیم رشید احمد کو صدمہ

حکیم رشید احمد صاحب برادرِ خورد حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی اہلیہ محترمہ کا ۲۵ر جنوری ۱۹۷۱ء کو انتقال ہوگیا۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے، مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ قارئین کرام سے بھی ان کی مغفرت کے لئے دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

درسِ قرآن و حدیث واہ کینٹ کی چھٹی سالانہ رپورٹ

۲۵ر اکتوبر ۱۹۷۰ء مطابق ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ واہ کینٹ میں حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم کی زیر سرپرستی قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ کے درسِ قرآن و حدیث کی چھٹی سالانہ تقریب منعقد ہوئی اس موقع پر احقر نے یہ رپورٹ پیش کی۔ (محمد عثمان غنی)

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ امّا بعد۔

واجب الاحترام علماء کرام و معزز خواتین و حضرات! آج خدا کے فضل سے درسِ قرآنِ حکیم کے چھ سال پورے ہو چکے ہیں۔ آج کی سالگرہ کے خصوصی موقع پر ہمارے سرپرست حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم لاہور سے، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مدظلہ العالی شیخوپورہ سے اور جامع مسجد دارالحکومت پاکستان کے خطیب مولانا محمد عبداللہ صاحب نقشبندی ہمارے مہمانِ خصوصی ہیں۔ جن کی تشریف آوری ہمارے لیے باعثِ افتخار ہے۔

۲۔ گذشتہ سال میں صرف تین سورتوں پر درس ہوا۔ سورۂ مریم ماہِ نومبر ۱۹۶۹ء میں شروع ہو کر فروری ۱۹۷۰ء میں ختم ہوئی۔ سورہ طٰہٰ ماہ مارچ میں شروع ہو کر جون میں ختم ہوئی اور سورۂ انبیاء جولائی سے شروع ہے۔ اب تک اسی سورت پر درس ہو رہا ہے۔

۳۔ واہ کینٹ کے علاوہ درس قرآن کی شاخیں مندرجہ ذیل مقامات پر بھی قائم ہو چکی ہیں جہاں پر حضرت قاضی صاحب مقررہ تاریخوں پر تشریف لے جا کر پیغام حق پہنچاتے ہیں۔

ا۔ گل بہار کالونی پشاور — ہر ماہ کے پہلے اتوار کو صبح دس بجے۔

ب۔ مسجد الفلاح اسلام آباد — ہر ماہ کے تیسرے اتوار کو صبح دس بجے۔

ج۔ ٹیلیگراف کالونی راولپنڈی — ہر ماہ کے تیسرے اتوار کو ۳ بجے بعد دوپہر

د۔ ٹیلیگرات کالونی تربیلا — ہر ماہ کے آخری جمعہ کو بعد از نماز عشاء

۴۔ گذشتہ سال میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کُل پانچ حدیثیں بیان ہوئیں۔ ماہِ نومبر اور دسمبر ۱۹۶۹ء میں حضرت ابوہریرہ جنوری ۱۹۷۰ء میں حضرت جابرؓ، فروری میں حضرت ثوبانؓ، مارچ سے جون تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کی روایت فرمودہ احادیث بیان ہوئیں۔ ایک حدیث مبارکہ کا خلاصہ تبرکاً پیشِ خدمت ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ مومن کے دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کا اجر اس کو ملتا رہتا ہے

۱۔ وہ علمِ دین جو اُس نے لوگوں کو سکھایا اور اُس کی نشر و اشاعت کی۔

۲۔ یا وہ نیک اولاد جو اُس کے مرنے کے بعد اُس کے پیچھے رہ گئی۔

۳۔ یا قرآنِ مجید کا وہ نسخہ جو وہ اپنے وارثوں کے حوالے کرگیا۔

۴۔ یا کوئی مسجد بنا گیا۔

۵۔ یا مسافروں کے لئے گھر بنا کر چلا گیا۔

۶۔ یا پانی کی نہر جاری کر گیا۔

۷۔ یا کوئی ایسا صدقہ جس کو اُس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال میں سے نکالا تھا۔

۵۔ درسِ قرآن و حدیث کے مجموعہ جات شائع کرنے کے لئے وسائل کی کمی کا تذکرہ گذشتہ سالانہ رپورٹ میں کر دیا گیا تھا۔ دینی ذوق رکھنے والے احباب کی پیاس بجھانے کی غرض سے "الارشاد" کے نام سے حضرت قاضی صاحب کی زیر نگرانی کیمبل پور سے ماہ وار پمفلٹوں کا سلسلہ ماہِ مئی ۱۹۷۰ء سے شروع کیا گیا۔ ان ماہوار پمفلٹوں میں قاضی صاحب موصوف کے مختلف مقامات پر ارشاد فرمودہ درسوں اور مواعظ کے علاوہ خطبہ جمعہ اور مجلس ذکر کی تقاریر بھی ضبطِ تحریر میں لا کر شائع کر دی جاتی ہیں۔ ماہنامہ "الارشاد" کی باقاعدہ منظوری بھی انشاء اللہ عنقریب مل جائے گی۔ یہ پمفلٹ اس پتہ سے طلب کئے جا سکتے ہیں: "دارالارشاد۔ کیمبلپور"

۶۔ واہ کینٹ سے ملحقہ کالونی لالہ رخ میں، درسِ قرآن و حدیث کے لئے مستقل درسگاہ منزل انوار القرآن کی تعمیر ابھی تک سنگِ بنیاد سے آگے نہیں بڑھ سکی۔ ہم مخلص احباب کی توجہ اس طرف

مبذول کراتے ہیں۔ اگر کوئی صاحب خیر مالی اعانت فرمانا چاہیں تو اس پتہ پر لکھیں محمد عثمان غنی 19E/100 واہ کینٹ۔

۷۔ گذشتہ سال کے دوران ہمارے ایک مخلص رفیق جناب محمد اشرف علی زیدی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اُن کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور اُن کے لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

۸۔ اللہ ربُّ العزت کی بارگاہِ عالیہ میں دُعا ہے کہ وہ محض اپنے فضل سے اس درس قرآن و حدیث کو مزید برکات سے نوازے، ہمارے روحانی مربّی حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں اپنی بیش از بیش رحمتیں نازل فرمائے۔ ہمارے موجودہ سرپرست حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب دامت برکاتہم کا سایہ ہما پایہ۔ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ اور اُن کے ساتھ عقیدت ادب اور اطاعت کے تین تار جوڑ کر فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، حضرت قاضی صاحب کی مساعیٔ جمیلہ اور خدماتِ قرآن وحدیث کو شرفِ قبول سے نوازے اور اس کارِ خیر کو جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

کلماتِ دعا و برکت

۱۔ حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم امیر کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام آئین شریعت کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۲ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۴ر اکتوبر ۷۰ء تیز رو سے پشاور تشریف لے جا رہے تھے۔ راولپنڈی ریلوے سٹیشن پر آپ نے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات عطا فرمائے:

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔ اَمَّا بَعْد۔
مبارک ہے اُن کو جو قرآنِ مجید کی اشاعت کا کام کر رہے ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت کو اس سلسلہ میں زیادہ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)
عَبْدٌ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ الدَّرخواستی"

۲۔ حضرت مولانا محمد شعیب صاحب مدظلہٗ نے مندرجہ ذیل رائے گرامی تحریر فرمائی:۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ۔ آج ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۷۰ء واہ کینٹ کے درس کی سالانہ تقریب میں حاضری کی سعادت ہوئی۔ درس کیا تھا انوار و برکات کا موجیں مارتا سمندر تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں سامعین ہمہ تن گوش تھے۔ آخر تک لوگ جوق در جوق آتے رہے۔ دُور دراز کے احباب دیکھے گئے۔ اس دُور افتادہ علاقہ میں قرآنِ پاک اور حدیث کے درس سننے کا اتنا شوق محترم المقام قاضی صاحب دامت برکاتہم کی کرامت ہے۔ ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَلَنِعْمَ مَا قِیْلَ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ"

اراکینِ درس محترم حاجی محمد عثمان غنی صاحب و محترم حاجی نوشی محمد صاحب لائقِ تبریک ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی مساعیٔ حسنہ کو قبول فرما کر نجاتِ آخرت کا ذریعہ بنائے اور فلاحِ دارین کی نعمت سے مالا مال فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

احقر بندہ پُرعیب محمد شعیب عفا اللہ عنہٗ
میاں علی ضلع شیخو پورہ حال وارد واہ کینٹ

۳۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب نقشبندی خطیب اسلام آباد نے مندرجہ ذیل تاثرات رقم فرمائے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ آج مورخہ ۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ کو سالانہ درس قرآن و حدیث کے موقع پر حاضر ہونے کا شرف ملا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہاں پر سلطان الاولیاءؒ و المشائخ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی دامت برکاتہم العالیہ کا درسِ قرآن و حدیث جاری و ساری ہے۔ جس میں سلف صالحین اور اکابرین کی روحانیت بھی ہے اور جاذبیّت بھی، اور نہایت موثر طریقہ سے آپ کا درس ہوتا ہے۔ جس سے دل اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہوتے ہیں اور کھنچتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ منتظمین کا اخلاص بھی قابلِ تعریف ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس طرح کے درسِ قرآن و حدیث پُورے مُلک بلکہ پوری دنیا میں جاری فرمائے (آمین)

محمد عبداللہ عفی عنہٗ
۲۳ر شعبان المعظم ۱۳۹۰ھ

مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور کا
جلسہ تقسیم اسناد

لاہور۔ ۲۲ر جنوری۔ جامع مسجد شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ شیرانوالہ دروازہ (لاہور) میں حضرت مولانا محمد رسول خاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور کی صدارت میں مدرسہ قاسم العلوم متعلقہ انجمن خدام الدین شیرانوالہ کے زیرِ اہتمام اختتام دورۂ تفسیر قرآن پر جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ تقسیم اسناد سے پہلے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے تقریر فرمائی۔ جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ نے فضائل قرآن پر ایمان افروز تقریر کی۔ بعد میں جمعیۃ علماءِ اسلام کے عظیم رہنما حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے امسال دورۂ تفسیر قرآن کے امتحان میں کامیاب ہونے والے طلبہ مولانا حافظ محمد صدیق فیضی جاماں رنجھ (اوّل)، مولانا ابوالفضل سلہٹی (دوم) نصیر الدین (سوم) امداد الرحمٰن۔ حمید الرحمٰن، مولانا غلام محمد، محمد جمیل، مولانا عبدالظہور اور مولانا عبدالرزاق کو اپنے دستِ مبارک سے اسناد تقسیم کیں۔

آخر میں استاد العلماء مولانا محمد رسول خاں صاحب شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ نے طلبہ کرام کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

نئے نظامِ تعلیم کی تجربہ گاہ

علوم قدیمہ و جدیدہ اور حکمتِ قرآنیہ کے سائنٹفک امتزاج سے جامع نظامِ تعلیم کی مثالی درسگاہ

جس میں مدارس دینیہ اور یونیورسٹیوں کے نصاب تعلیم کی الگ الگ تدریسیں ختم کر کے
جملہ نونہالان پاکستان کی یکجا جامع تعلیم و تربیت اور تزکیے کا انتظام کیا گیا ہے۔

جامعۂ عُبیدیہ

وَلیُ اللہ سکولز (برائے طلبہ و طالبات) اور وَلیُ اللہ کالج وغیرہ

بمقام فاروق نگر، ریلوے سٹیشن محسن کالونی نزد شاہدرہ

اس درسگاہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں علوم جدیدہ (سائنس)، انگریزی، ریاضی وغیرہ کے ساتھ علوم اسلامیہ اور حکمتِ قرآنیہ کو جمع کیا گیا ہے۔ یہ حکمتِ قرآنیہ حکیم الامت امام وَلی اللہ دہلویؒ نے پیش کی ہے اور اس کی تشریح امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے کی ہے۔ یہ حکمت دَورِ جدید کے جملہ اقتصادی، سیاسی، اخلاقی اور روحانی مسائل حل کرنے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اور پاکستان کو امامتِ اقوام کے مقام پر فائز کر سکتی ہے۔

مدارس دینیہ اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل نوجوانوں کو حکمت وَلیُ اللّٰہی کا تکمیل نصاب پڑھانے کے لئے خصوصیت سے انتظام کیا جائے گا۔

ان تعلیمی اداروں کی تعمیری تکمیل اور ان کے انتظام و انصرام کے لئے آپ کے بھرپور تعاون کی ضرورت ہے۔

ترسیل عطیات اور دیگر معلومات کے لئے

محمد مقبول عالم بی اے جائنٹ سیکرٹری، مکتبہ خدام الدین اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور سے رابطہ قائم کریں

الداعی: وَلیُ اللہ سوسائٹی پاکستان (رجسٹرڈ) ۲۲۳-این، شاہ وَلیُ اللہ روڈ، سمن آباد، لاہور

ضروری تصحیح

خدام الدین کے گذشتہ ایک شمارہ میں مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی پر ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ مفتی صاحب کے دادا نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اس میں دادا کی جگہ والد کی تصحیح کر لی جائے۔ یہ فتویٰ مفتی محمد نعیم صاحب کے والد مولانا مفتی محمد عبداللہ نے دیا تھا۔

(ادارہ)

بچوں کے لئے

باپ اور بیٹے کا امتحان

عبد الرؤف، لاہور

اب سے کوئی چار ہزار سال پہلے عراق کے ایک بہت پرانے شہر عور (UR) میں اللہ تعالےٰ کے ایک بہت بڑے نبی رہتے تھے۔ ان کا نام حضرت ابراہیم علیہ السّلام تھا۔ وہ اللہ کے بہت پیارے تھے اسی لئے وہ "خلیل اللہ" (اللہ کے دوست) کہلاتے تھے۔ اُن کے بڑے بیٹے کا نام حضرت اسمٰعیلؑ تھا۔ جنہیں انہوں نے اُس جگہ آباد کیا جہاں بعد میں مکّہ مکرّمہ کی آبادی قائم ہوئی اور پھر باپ بیٹے نے مل کر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔

جس طرح تم سکولوں میں امتحان دیتے ہو، اسی طرح ان باپ بیٹے (حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کا اللہ تعالےٰ نے امتحان لیا۔ یہ امتحان تمہارے امتحان سے بہت زیادہ مشکل تھا۔ امتحان یہ تھا کہ باپ — حضرت ابراہیم علیہ السلام — اپنے لاڈلے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیں۔ اور بیٹے کا امتحان اس بات میں تھا کہ وہ خوشی خوشی اللہ کی راہ میں جان دے دیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی زندگی میں بے شمار اعلیٰ نمونے ملتے ہیں جو ہم سب کے لئے ہدایت کا موجب ہیں۔ ان میں سے ایک نمونہ ان کا اطاعت اور قربانی کا جذبہ ہے۔

جب اسمٰعیل علیہ السّلام جوانی کی عمر کو پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا کہ اپنے اکلوتے بیٹے کی قربانی کریں — آپ بلا چون و چرا اس حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے اور اس کا ذکر اپنے بیٹے سے بھی کیا۔ کہ بیٹا! اللہ تعالےٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تیری قربانی پیش کروں، بتا تیری کیا مرضی ہے؟ بیٹے نے بھی بلا پس و پیش جواب دیا کہ ابّا جان! میں اس کے لئے حاضر ہوں — آپ اللہ تعالےٰ کے حکم کی تعمیل کریں آپ مجھے انشاءاللہ صابر ہی پائیں گے۔

روایات میں آتا ہے کہ شیطان نے انہیں بہکانے کی بھی کوشش کی۔ لیکن وہ اس کے بہکاوے میں نہیں آئے اور اللہ تعالیٰ اور اپنے والد محترم کے حکم میں ذرا بھی شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا بلکہ پوری رضامندی سے جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔

قرآن حکیم میں اس واقعہ کا منظر یوں پیش کیا گیا ہے:-

سو جب وہ (حضرت اسمٰعیلؑ) اُن (حضرت ابراہیمؑ) کے ساتھ کام کاج کی عمر کو پہنچا تو حضرت ابراہیمؑ نے بیٹے سے کہا:-

"اے میرے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ ذرا دیکھ تیری کیا رائے ہے؟"

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ "اے میرے باپ! جو آپ کو حکم دیا گیا ہے کر گزریں۔ آپ انشاءاللہ مجھے صبر کرنے والوں ہی میں سے پائیں گے۔"

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

"سو جب دونوں نے حکم مان لیا اور حضرت اسمٰعیل کو ماتھے کے بل لٹا دیا، تو ہم نے حضرت ابراہیم کو پکارا، اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچّا کر دکھایا، ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔"

آگے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:-

"بے شک یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے اس کا فدیہ ایک ذبح عظیم (بہت بڑی قربانی) کے ساتھ دیا اور اس کا ذکر خیر آنے والے لوگوں میں باقی رکھا۔ حضرت ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزاء دیتے ہیں۔ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔" (۳۷: ۱۰۲-۱۱۱)

پرانے زمانے میں انسان کی قربانی کا رواج تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے جو خواب دیکھا اس کا منشا یہی سمجھا کہ حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کی قربانی دی جائے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے انسانیت پر احسان فرمایا، کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کے ہاتھوں سے ان کے پیارے بیٹے کی بجائے ایک دنبہ ذبح کرایا اور اس طرح انسان کی قربانی کی رسم ختم کرا دی۔ اور جانوروں کی قربانی اس کی جگہ قرار پائی۔

حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کا فدیہ تو ایک دنبہ تھا اور اسے عظیم اس لئے کہا کہ اس کی یادگار ہمیشہ کے لئے دنیا میں قربانی کی صورت میں قائم کر دی۔ چنانچہ یہ یادگار آج تک منائی جاتی ہے، اور اسے حج کا ایک حصہ قرار دیا گیا ہے۔ حاجی لوگ ہر سال جب خانہ کعبہ کا حج کرتے ہیں تو قربانی بھی کرتے ہیں۔ اور انہی کی پیروی میں باقی مسلمان اپنے اپنے شہروں میں بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ اس یادگار کو منانے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کی خاطر ہر طرح کی قربانی کرنے کے جذبہ کا ثبوت دیں۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷	The Weekly "KHUDDAMUDDIN" LAHORE (PAKISTAN)	ٹیلیفون نمبر ۶۷۵۴۵

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۰ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۲۹۷-۲-۹ 55 مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

بدل اشتراک

پاکستان میں

سالانہ ہدیہ ۱۶ — ۰۰
ششماہی " ۸ — ۰۰
سہ ماہی " ۴ — ۰۰

انگلینڈ میں

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ
۶۸ — ۰۰
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ
۳۶ — ۰۰

سعودی عرب

بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ ہدیہ
۴۸ — ۰۰
بذریعہ بحری جہاز سالانہ ہدیہ
۲۴ — ۰۰

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی پی نہیں بھیجا جائے گا۔ تاجران رعایت کے لئے لکھیں۔

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور
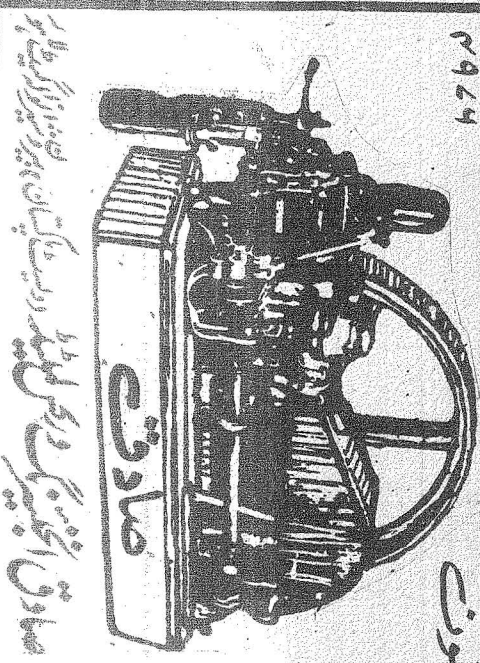
فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔